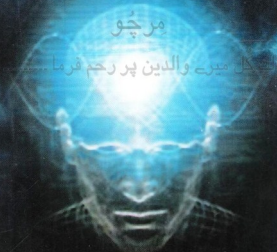


ٹیلی پیتھی سکھئے

ٹیلی پیتھی سے اپنے خیالات اور
پیغامات پہنچانے والی منفرد و مستند کتاب

مرچو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
الحمد للہ کل میرے والدین پر رحم فرما آمین



ٹیلی پیتھی سے اپنے خیالات اور پیغامات پہنچانے والی منفرد و مستند کتاب

ٹیلی پیتھی سیکھئے

اے مالکِ کُل میرے والدین پر رحم فرما..... آمین
مؤلف: اقبال احمد مدنی

شعبہ انجمنی
نویڈاسکوائر کراچی
اردو بازار

Ph:32773302

فہرست

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
29	منکس تصاویر	5	ٹیلی بیجی کیا ہے؟
32	خود کار تحریر	6	بین الاقوامی شہرت
33	روحانی اور نفسیاتی عوامل	8	سائنس دانوں پر اندھا حد اعتقاد
36	ایک جینیٹک طرز کار	10	خارق العادات مظاہر فطرت
37	ہیروئی مشکش	13	مستقل حراستی
39	ہیروئی روحانی شرائط	16	کامیاب تجربات کیلئے جسمانی شرائط
42	مستقل حراستی	17	اخلاقی اصول اور نظریہ
44	تصویری شعور	20	نوری ہالہ (AURA)
46	ٹیلی بیجی کی تربیت	21	عام شرائط
48	عال اور معمول	24	ٹیلی بیجی کی مشقیں
49	آرام اور سانس کی تکنیک	27	ترسیل اور وصولیاتی

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں

نام کتاب _____ ٹیلی بیجی کیسے
 مؤلف _____ اقبال احمد دینی
 ناشر _____ شمع بک اینجنسی
 پرنٹر _____ خالد پرنٹر کراچی
 سن اشاعت _____
 قیمت _____ روپے

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
77	روحانی موجودات	52	مشروط انکاس
79	ٹیلی پیتھی کے خیالات کی شکلیں	53	ٹیلی پیتھی کا مخصوص تجربہ
80	برقی ہوئی روح	55	خاموش گفتگو
82	جنس متحرک	56	پہلا تجربہ
84	شیخ بنی کی ہوجا تکنیک	58	معمول کے فرائض
88	ٹیلی پیتھی اور یوگا	61	پیغامات کی تاخیر سے وصولیابی
91	خیالات کی مابیت	62	چنانچہ ہم سرگرم کے ذریعے ٹیلی پیتھی
93	اورانی بیکر	66	حیوانی حتما طبیعت
94	انتقال انکار کے مضامین	67	بلیئر روحانی مظاہر فطرت
96	ایک سوال	68	فرانس میں آئی ہوئی کیفیت
97	ٹیلی پیتھی سیکھنے سے پہلے	70	نشا وراودیہ کا استعمال
100	شیخ بنی کی مشق	71	غواب میں ٹیلی پیتھی
101	ذہنی یکسوئی حاصل کرنے کے طریقے	72	ٹیلی پیتھی اور دوسرے مظاہر فطرت
104	ٹیلی پیتھی بناریاں اور علاج	74	پودوں پر ٹیلی پیتھی کے اثرات
109	احساس کسری	76	نقل شدہ توانائی

ٹیلی پیتھی کیا ہے؟

حالانکہ یہ تعریف غیر معمولی مظاہرہ قدرت کا احاطہ کرنے کے لیے بہت کافی تھی۔ مگر مذکورہ بالا سوسائٹی نے ٹیلی پیتھی کی شعوری کوششوں کو بلا ارادہ ٹیلی پیتھی سے ممتاز کرنا ضروری سمجھا اور اس سلسلے میں ایک نئی اصطلاح وضع کی جو ”ترسیل خیالات“ کے نام سے موسوم کی جاتی ہے۔ اس طرح ”ٹیلی پیتھی“ کی اصطلاح نئے اور وسیع تر مفہوم سے آشنا ہوئی جو آج تک قائم ہے۔ نئی زمانہ خیالات، احساسات اور خواہشات کی ایک ذہن سے دوسرے ذہن میں منتقلی ”ٹیلی پیتھی“ کہلاتی ہے خواہ اس کے لیے شعوری طور پر کوشش کی گئی ہو یا یہ عمل بلا ارادہ انجام پایا ہو۔ جب ایسی بی آر کی بنیاد رکھی گئی تھی تو اس کا مقصد ٹیلی پیتھی اور ترسیل خیالات کے عمل کو طبعیہ علیحدہ دو مختلف زاویوں سے پرکھنا تھا مگر جب اس ضمن میں جمع کی گئی شہادتوں کا باریک بینی سے جائزہ لیا گیا تو ہر دو اصطلاحات میں چنداں فرق نہ پایا گیا۔ لہذا بعد میں یہ طے پایا کہ ”ترسیل خیالات“ کی عامی اصطلاح کو ترک کر کے ٹیلی پیتھی کی وسیع اہمیت اصطلاح استعمال کی جائے اور اسے نئے معنی اور نئے افق سے روشناس کرایا جائے۔

چنانچہ آج یہ لفظ اتنا عام ہو گیا ہے کہ اسے سنتے ہی ہمارے اذہان میں جو تصور آتا ہے وہ ”بظاہر کسی واسطے کے بغیر خیالات کی ایک ذہن سے دوسرے ذہن میں منتقلی کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔“

بین الاقوامی شہرت

ہر چند کہ ہمارے موجودہ موضوع کے اعتبار سے ایس پی آر کی تاریخ کو مزید کھنگالنا ضروری نہیں ہے مگر اس بات کا تذکرہ بہر حال ضروری ہے کہ مذکورہ سوسائٹی غیر معمولی واقعات کی سائنسی تحقیقات کے سلسلے میں کیا مقام رکھتی ہے۔ درحقیقت ایس پی آر کی سائنسی توجیہات اور اس کا فراہم کردہ مواد عالمی طور پر اتنا معتبر اور مستند مانا جاتا ہے کہ اسے بطور دلیل پیش کیا جاسکتا ہے۔ ہم میں سے اکثر افراد جب اس موضوع پر کام شروع کرتے ہیں تو شدت سے یہ خواہش کرتے ہیں کہ کاش سوسائٹی کے پیش کردہ حوالہ جات کچھ اور وسیع ہوتے۔ دراصل سوسائٹی کے کیے ہوئے کام میں غی راقین تو کافی جاسکتی ہیں مگر ان کے پیش کردہ نتائج سے مخرب ہونا محال ہے۔ باوجود اس کے کہ جب سوسائٹی نے اس کام کی ابتدا کی تھی، اس کے بعد سے آج تک اس موضوع پر بہت کام ہو چکا ہے۔ اور متعدد نئے انکشافات ہو چکے ہیں مگر آج بھی جب ہم اس موضوع پر ابتدا کرتے ہیں تو ہمیں قدم قدم پر سوسائٹی کی رہنمائی درکار ہوتی ہے جو اس بات کا اعتراف ہے کہ سوسائٹی نے جو بھی نتائج اخذ کیے ہیں وہ بہت زیادہ دشواری حثیت رکھتے ہیں اور بعد از بسیار تحقیق ان تک پہنچا گیا ہے۔

یہاں یہ بات بھی نوٹ کیے جانے کے لائق ہے کہ سوسائٹی کی تحقیقات کسی باقاعدہ نصاب کے تحت عمل میں نہیں آتی ہیں بلکہ اس کے ہر ممبر کو آزادی ہے کہ وہ اپنے ذاتی مشاہدات اور تجربات کی روشنی میں نتائج حاصل کرے۔ مگر کسی ممبر کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنی رائے کو سوسائٹی ہذا کی رائے قرار دے سکے۔ ایسا اسی وقت ہو سکتا ہے جب انفرادی تجاویز سوسائٹی کے سامنے پیش کی جائیں اور وہ ان کے طویل اور صبر آزمات احکامات کے بعد ان کی توثیق کر دے۔ ایس۔ پی۔ آر کی بنیادی تحقیقات سے قطع نظر اس میدان میں انفرادی اور اجتماعی بنیادوں پر اور بھی بہت کچھ کیا جا چکا ہے۔ یہاں تک کہ بعض کیونٹ ممالک سے بھی یہ خبریں موصول ہو رہی ہیں کہ وہاں بھی اعلیٰ سطح پر روحانی تحقیقات کا کام شروع کیا جا چکا ہے۔ مگر اس سلسلے میں انہیں جو پہلی دشواری پیش آتی ہے وہ یہ ہے کہ لیسن اور مارکس کے فلسفے ”جدلیاتی مادیت“ کے پیروکار ہونے کی وجہ سے انہیں خارق العادات مظاہرہ قدرت کی سائنٹیفک توجیہ تلاش کرنی پڑتی ہے اور نہ صرف یہ بلکہ انہیں مابعد الطبیعیاتی مشاہدات کی خالصتاً مادی تفسیر نظر سے وضاحت بھی کرنی پڑتی ہے۔ جو سراسر دشوار العمل ہے۔ مثلاً یہ سوال کہ آیا تمام جانی پہچانی مادی توانائیوں کی طرح ٹیلی پیتھی بھی معکوس خانوں میں سرگرم عمل ہے یا نہیں؟ بظاہر ایسا نہیں ہے مگر اپنی پردے کے پیچھے کیونٹ ممالک مسلسل اس تک دود میں مصروف ہیں کہ کسی طرح ٹیلی پیتھی کو بھی جدلیاتی معادیت کے عمومی فلسفے کے قالب میں ڈھال لیں۔

ان سے قطع کچھ اور افراد بھی ہیں، جو کسی خاص فلسفے یا نظریے حیات پر

یقین نہیں رکھتے مگر جو نہایت سنجیدگی سے ٹیلی پتھی کی تحقیق کو اپنا شعار بنا چکے ہیں مگر ان کی توجہ زیادہ تر حیات بعد المات اور اس پر ٹیلی پتھی کے حتمی یا مثبت اثرات کا پتہ لگانے تک محدود ہے۔ یہ بہر حال ایک حلیم شدہ امر ہے کہ ٹیلی پتھی اب کوئی خفیہ علم نہیں رہا بلکہ اپنی تمام تر دستوں کے ساتھ منظر عام پر آ گیا ہے۔ اور اس کی حیثیت اب شکوک و شبہات سے بالاتر ہو گئی ہے۔ صرف چند قریب المرگ سائنسدان اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے اب تک انکار ہی ہیں مگر ان کی حیثیت ان یو یو صوں سے مختلف نہیں ہے جو آج بھی زمین کو گول ماننے پر تیار نہیں ہیں اور اس پر اصرار کرتے ہیں کہ دنیا گائے کے سینگ پر تکی ہوئی ہے۔

سائنس دانوں پر اندھا دھند اعتقاد

یقیناً ایسے افراد کی کمی نہیں ہے جو اب بھی ان چیزوں کو خرافات کا نام دیتے ہیں مگر ان سے بھی فردا فردا بات کی جائے تو وہ یہ ماننے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ انسان میں کچھ نامعلوم قوتیں یقیناً سرگرم عمل ہیں جنہیں یہ کوئی نام نہیں دے سکتے مگر اس پر اصرار کرتے ہیں کہ جلد یا بدیر سائنس دان اس کا پتہ چلا لیں گے۔

سائنس دانوں پر یہ اندھا اعتقاد بالکل اسی نوعیت کا ہے جو اب سے کچھ عرصہ قبل تک صرف مذہبی مبلغین کے لیے وقف تھا۔ بہر حال سائنس دان وہ ہوتا ہے جو اپنی دماغی صلاحیتوں کو تحقیق اور تجربات کے لیے استعمال کرتا ہے اور اس طرح کوئی بھی شخص جو اپنی ذہنی صلاحیتوں کو اس طرح کسی معاملے کی تہہ میں کھینچنے کے لیے استعمال کرتا ہے، سائنسدان کہلائے جانے کا مستحق قرار دیا جاتا

ہے۔ مثال کے طور پر سائنس دان مظاہر قدرت کا مشاہدہ کرتا ہے، تھیوری تشکیل دیتا ہے، اس تھیوری پر بار بار مختلف زاویوں سے تجربات کرتا ہے اور بالآخر اپنے مشاہدات اور تجربات کی روشنی میں ایک کلیہ یا نظریہ سامنے لاتا ہے۔ اب اس کلیہ پر اس کے ہم عصر دوسرے سائنس دان کام کرتے ہیں، اس پر نہایت سختی سے تنقید کرتے ہیں، بار بار تجربات کرتے ہیں اور پھر آخر کار کسی نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں۔ اس طرح جو چیز سامنے آتی ہے وہ یقیناً ہر لحاظ سے مکمل ہوتی ہے۔ کیونکہ ابتدائی کلیہ یا نظریہ میں اگر کوئی خامی ہوتی ہے تو وہ اس مرحلے تک پہنچتے پہنچتے دور ہو چکی ہوتی ہے۔ اور چونکہ یہ آخری بات متحد سائنس دانوں کے اتفاق رائے سے سامنے آتی ہے لہذا اسے انسانوں کی ایک بڑی تعداد کی حمایت حاصل ہوتی ہے۔

تقریباً تمام انسانی رویوں میں یہ بات مشترک ہے کہ وہ اکثریت کا ساتھ دینا پسند کرتے ہیں اور اگر انہیں کبھی خیش روؤں کے چھوڑے ہوئے نعوش پا سے گریز کرنا پڑے تو وہ جلی طور پر جھجک کا شکار ہو جاتے ہیں اور نہ صرف یہ کہ وہ نیا قدم اٹھاتے ہوئے ہچکچاتے ہیں بلکہ اکثر اس کے خلاف جذباتی انداز میں سرگرم عمل بھی ہو جاتے ہیں۔ یہ انسانی احساسات کا وہ تاریک سمندر ہے جس میں اکثر ہم میں سے بہترین افراد بھی ڈوب کر لاپتہ ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں چال کی عظیم جلی قوت جو ہم میں سے ہر ایک میں ہے، ہم کو نئے نظریات سے برگشتہ کرنے کا کام کرتی ہے۔ یہ عمل ہمارے اندر غیر محسوس طریقے پر وقوع پزیر ہوتا ہے اور ہم اکثر بغیر سوچے سمجھے ایسے تمام نظریات کو رد

کرتے چلے جاتے ہیں جو نئے ہوں اور جن سے چیزوں کی ایک مقررہ ترتیب میں فرق آ رہا ہو۔ چنانچہ انسانی فکر ایک گھسے پٹے راستے پر چل رہی ہے اور اس کا یہ رجحان ہزاروں سال میں اتنا پختہ ہو گیا ہے کہ اب اسے آسانی سے تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ پروفیسر اوریورڈنڈل ہومز اپنی کتاب ”ناشتہ کی میز پر ایک پروفیسر“ میں کیا خوب لکھتا ہے۔ ”ایک گھسا ہوا راستہ ایک قبر کی مانند ہوتا ہے، اگرچہ اتنا گہرا نہیں۔“ بہر حال ایک گھسا چٹا ہوا راستہ بہت جلد انفرادی فکر کی قبر میں تبدیل ہو سکتا ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ جس طرح اس خرابی کی ذمہ داری تمام معاشروں پر مسادینہ تقسیم ہوتی ہے اسی طرح ہر معاشرے اور ہر دور میں ایسے افراد بھی پیدا ہوتے رہے ہیں جو ان اپنا پسند روایات کے خلاف علم بغاوت کرتے ہیں اور دنیا کے سامنے نئے نظریات پیش کرتے ہیں اور یہ نظریہ سائنسی، طبی، مذہبی اور فکری کسی بھی نوعیت کے ہو سکتے ہیں۔

خارق العادات مظاہر فطرت

فی زمانہ، اگر ہم دیکھیں تو یہ بات ہمیں ایک عظیم تحریک کی صورت میں نظر آتی ہے جس میں نئے افکار کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے اور زندگی کی حقیقتوں کو نئے زاویہ نگاہ سے دیکھنے اور پرکھنے کی دعوت دی جاتی ہے، خاص طور پر اس زاویہ نگاہ سے جس کو انتہا پسند قدامت پرست مذہبوں سے رد کرتے رہے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ کافی دکھ کی بات ہے کہ زندگی کو نئے زاویہ نگاہ سے دیکھنے کا دعویٰ کرنے والے یہ افراد بھی جب غیر معمولی مظاہرہ قدرت کی بات کرتے

ہیں یا پھر حد سے بڑھی ہوئی خوش اعتقادی سے یہ ان چیزوں کو ایسے ہم تسلیم کر لیتے ہیں جیسی کہ وہ نظر آتی ہیں۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ جو لوگ ٹھوس مادیت پر یقین رکھتے ہیں..... وہ خارق العادات اور غیر معمولی مظاہر فطرت کا چشم خود مشاہدہ کرنے کے باوجود اسے بہ یک جنبش لب رد کر دیتے ہیں اور اس سلسلے میں کسی بھی تحقیق و جستجو کو فضول گردانتے ہیں۔ دوسری طرف وہ افراد ہیں جو روحیت پر یقین رکھتے ہیں اور اس ضمن میں جو کچھ نہ پاتے ہیں، اس پر آنکھیں بند کر کے ایمان لے آتے ہیں، ظاہر ہے یہ افراد بھی خارق العادات مظاہر فطرت کو صحیح طور پر سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ درحقیقت یہ دونوں ہی گروپ انتہا پسندانہ رجحانات کے حامل ہیں لہذا دونوں ہی اپنے اپنے تعصبات کی روشنی میں ایک دوسرے کی تردید کرنا اپنا فرض مسمیٰ سمجھتے ہیں اور ہم یہ کہ فریقین میں سے کوئی بھی نہ تو عقلی دلائل کا سہارا لیتا ہے اور نہ ہی تجربات کی بجلی میں سے گزرنے کے لیے تیار ہے لہذا یہاں ہمارا مخاطب ہر سطح کے آزاد خیال اور غیر جانبدار مفکرین سے ہے جو نہ تو یہی کسی شے کو تسلیم کر لیتے ہوں اور نہ ہی اسے خواہ مخواہ رد کر دیتے ہوں۔ ہم یہاں ان کے سامنے کچھ اطلاعات کی صورت میں خام مواد فراہم کرتے ہیں اور انہیں دعوت فکر دیتے ہیں کہ وہ ان خارق العادات مظاہرہ فطرت کا صحیح سائنسی نگاہ سے جائزہ لیں اور عملی تجربات سے گزر کر کسی ایسے نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کریں جسے بجا طور پر سائنٹفک قرار دیا جاسکے۔

بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ ان تجربات کے لیے تجربہ گاہ، احتسابی ٹولیاں اور برقی آلات و لوازمات اتنی ہی ضروری حیثیت رکھتے ہیں جتنی کہ

سائنسدانوں کے لیے۔ مگر یہ خیال صرف جزوی طور پر درست ہے۔ دراصل اس کا انحصار بڑی حد تک اس بات پر ہے کہ ہم کسی موضوع پر تحقیق کرنے جا رہے ہیں۔ طبیعیات، کیمیا، حیاتیات، الیکٹرونکس، نفسیات وغیرہ، سب اپنے اپنے آلات رکھتے ہیں۔ جن میں سے بعض بہت پیچیدہ بھی ہوتے ہیں..... اور بعض بے حد سادہ۔ مگر روچیت پر تحقیق کرنے والے بہت کم یہ آلات استعمال کرتے ہیں۔ اکثر وہ بعض ریکارڈ کرنے والے آلات کا استعمال بھی کرتے ہیں مگر بنیادی طور پر ان کا سب سے اہم تجرباتی آلہ وہ بذات خود ہوا کرتے ہیں۔

یہاں تک میں نے ٹیلی پتھی کا صرف سائنسی نکتہ نظر سے جائزہ لیا ہے جو کہ ہمارے دستور العمل اور اس کے منطقی حاصل کے لیے بے حد ضروری ہے۔ جبکہ اکثر لوگ سوسائٹی کے سائنسی زاویہ نگاہ کی بہت زیادہ پرواہ نہیں کرتے اور وہ محض یہ جاننے کے خواہش مند ہوتے ہیں کہ آیا علم کی یہ شاخ یعنی ٹیلی پتھی واقعات وجود رکھتی ہے یا نہیں۔ یہ کس طرح کام کرتی ہے، ایک عام آدمی اسے کس طرح اپنے اندر ترقی دے سکتا ہے اور اس سے کیا کام لے جاسکتے ہیں؟ اس طرح ہم اخلاقی قدروں اور میناؤں کے ایک عجیب دوراے پر آکھڑے ہوتے ہیں جہاں ہم آرٹ کے فوائد اور نقصانات پر بحث کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے فطرت کے اور تمام تھنوں کی طرح ٹیلی پتھی کا بھی ہر سطح پر صحیح یا غلط استعمال ناممکن ہے۔

ان تھاقانہ کلمات کے ساتھ ہی ہم یہ عیسوس کرتے ہیں کہ اب عام حالات کی ایک ایسی فضا تیار ہوگئی ہے جس کو بنیاد بنا کر ٹیلی پتھی کو سمجھنے کی راہ

میں قدم بڑھایا جاسکتا ہے اور یہ دیکھنے کی کوشش کی جاسکتی ہے کہ ٹیلی پتھی کس طرح کام کرتی ہے اور اس کی مختلف شکلیں کیا ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ہم آئندہ صفحات میں ٹیلی پتھی کی بنیادی مشقیں فراہم کر رہے ہیں جو کہ اس لیاقت یا استعداد کو سرگرم عمل کرنے کے لیے ضروری ہیں۔ اس بات کا انحصار سراسر انفرادی رویہ پر ہے کہ آپ اپنی مثنوں اور تکنیکیوں میں کس حد تک سائنسی طریقہ کار استعمال کرتے ہیں۔ عام حالات میں آپ اپنے کام کو جس حد تک سائنسی بنیادوں پر استوار کریں گے، اسی مناسبت سے آپ اس کے بہترین نتائج کی توقع رکھنے میں حق بجانب ہوں گے۔ مگر چونکہ یہ موضوع اپنی نوعیت کے اعتبار سے علم کیمیا یا ریاضی سے قطعی مختلف ہے۔ لہذا مصنف کے خیال میں اس موضوع پر بہت زیادہ سختی سے سائنسی زاویہ نگاہ کی پیروی کرنا مناسب نہ ہوگا بلکہ اس ضمن میں کوئی درمیانی راستہ نکالنا زیادہ سودمند ثابت ہو سکتا ہے۔ ٹیلی پتھی کے باب میں ہمارا پہلا مثنی نوع انسانی کے خیالات اور احساسات کو پرکھنے اور سمجھنے کی راست کوشش ہے۔ انہی کو ہم اپنے آلات کہہ سکتے ہیں جن کی مدد سے اس موضوع پر تحقیق کا آغاز کیا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا بنیادی نکتہ ہے جس اگر نظر انداز کر دیا جائے تو کسی بھی نتیجے کی توقع فضول ثابت ہو سکتی ہے۔

مستقل مزاجی

اگرچہ ٹیلی پتھی کی استعداد کم و بیش ہر شخص میں پائی جاتی ہے اور اپنی عام نوعیت میں بہت عام ہے مگر اس خصوصیت کو ترقی دینے کی صلاحیت اتنی عام

نہیں ہے۔ یہ موضوع بے انتہا صبر اور مستقل حرا جی کا مطالبہ کرتا ہے اور یہ خصوصیات ہر شخص میں دستیاب نہیں ہیں۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے ہمارے آلات، زندگی اور نوع انسانی ہیں مگر انسانی ذہنی سطح اور اس کے احساسات چونکہ ہمہ وقت تغیر پذیر ہوتے ہیں لہذا ہمارا اس سلسلے میں محتاط رہنا از حد ضروری ہے کہ ہمارے معمول کو بدلتی ہوئی ذہنی سطح ہماری تحقیق میں کسی خامی کا باعث نہ بن جائے۔ ان بدلتی ہوئی کیفیات کا مشاہدہ عامل اور معمولی یعنی پیغامات بھیجنے والے اور اسے وصول کرنے والے دونوں میں از حد ضروری ہے۔ مگر ان سب سے بڑھ کر اس مقصد کے حصول کے لیے ایک ایسی ذہنی سطح کی ضرورت ہے۔ جس کی تعریف و کنویر کے عہد کے ایک سائنس دان نے اس طرح کی ہے۔

”خود کو فطرت کے رحم و کرم پر چھوڑ دینے کی استعداد اور اس بات سے بے فکری کہ فطرت آپ کو کہاں پہنچا دیتی ہے۔“ خیال رہے کہ اس عمل میں آپ کو مستقل حرا جی کے ساتھ ان عامل پر کار بند رہنا ہے جو کہ اس کے لیے از حد ضروری ہیں۔ اگرچہ ان شرائط کا تذکرہ آئے گا کہ ان میں سے کون سی شرائط میں نرمی اختیار کی جاسکتی ہے اور کن شرائط میں نہیں، مگر ابتدا میں ان پر سختی سے عمل پیرا ہونا ضروری ہے کیونکہ ابتدا میں آپ کے عمل کی اساس ہی حقائق کے مشاہدے پر ہے جن پر ظاہر ہے کسی طور پر چلیا یا نرم رویہ اختیار نہیں کیا جاسکتا۔

کسی بھی نئے موضوع پر کام شروع کرتے ہیں اس بات کو نظر انداز کر دینا کہ اس موضوع پر پہلے کیا کچھ لکھا ہے، متاثر کن بھی ہو سکتا ہے۔ بعینہ یہ موضوع بھی اسی نوعیت کا حامل ہے کہ اگر اسی سلسلے میں کیے گئے سابقہ تجربات کو نظر انداز

کر دیا جائے اور بالکل نئے سرے سے کام کا آغاز کیا جائے تو اس کا حاصل یا تو صفر ہوگا یا بالکل نڈ ہونے کے برابر، لہذا ضروری ہے کہ اس موضوع پر کام شروع کرنے سے قبل سابقہ تجربات اور ان کے نتائج سے آگاہی حاصل کر لی جائے تاکہ اپنے تجربات سے ان میں اضافہ کیا جاسکے۔ بہت ممکن ہے کہ آپ کے ساتھ ہی اور بھی کچھ افراد انفرادی طور پر ان ہی خطوط پر کام کر رہے ہوں اور انہوں نے اس میں کچھ نئی باتیں دریافت کر لی ہوں۔ جن کا علم بہر حال آپ کو ایک نیازاویہ نگاہ عطا کر سکتا ہے۔ چونکہ علم کی حدود متعین نہیں ہیں لہذا یہ قرین قیاس ہے کہ بعض لوگ ممکنہ طور پر اس نتیجے پر پہنچ چکے ہوں کہ مرکزی خطوط پر کام کرنے کے حقیقی فوائد نہیں ہیں بلکہ ضمنی راستوں سے نتائج پر نسبتاً جلد پہنچا جاسکتا ہے۔ ظاہر ہے ان تجربات کا علم ہمارا کافی وقت بچا سکتا ہے۔ اور ہم کم سے کم مدت میں بہتر سے بہتر نتائج حاصل کر سکتے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ جب ہم زیادہ مہارت حاصل کر لیں تو ہم پر یہ منکشف ہو کہ ان غیر پیدا آوری خطوط پر تحقیق کرنے کے کچھ اور فوائد ہیں مگر بہر حال اس نکتہ کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ بنیادی محققین سے بھی غلطیاں سرزد ہو سکتی ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں سراسر غلط خطوط پر کام کرتے رہے ہیں اور اب ہمیں اس زمانے میں ان کے خفاص سے آگاہ ہی ہو جائے۔

یہاں اس واقعہ کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ایک زمانے میں ہزاروں ٹن بیج بلینڈ شخص اس بات پر ضائع کر دیا گیا تھا کہ یہ وہ دھات نہ تھی جس کی غرض سے کان کنی کی گئی تھی۔ مگر جب مادام کیوری نے بیج بلینڈ پر تحقیق کی تو

اس کا انکشاف ہوا کہ اس میں تو دنیا کی سب سے کامیاب اور اہم ترین دھات ریڈیم پائی جاتی ہے اور اب صورت حال یہ ہے کہ بیچ بیچلے کا شمار دنیا کی سب سے قیمتی دھاتوں میں ہوتا ہے۔ یہ تھی پانی کے ساتھ ہی بچے کی بھی پیمیک دینے کی ایک مثال! لہذا عین ممکن ہے کہ جب ہم اپنی تحقیقات کے بعد کسی نتیجے پر پہنچیں تو ہمیں پتہ چلے کہ سابقہ تجربے اپنے نتائج کے لحاظ سے اس کے سامنے کچھ ہیں اور اس طرح آنے والوں کے لیے کسی نئی راہ کا تعین کر جائیں۔ علم کا ارتقاء اسی طرح ہوتا ہے تحقیقات سے ہی نئے زاویے نگاہ تک رسائی ہوتی ہے اور نئے حقائق طشت از بام کیے جاتے ہیں۔

اکثر قارئین میں عام ہے کہ وہ اس قسم کی موضوعاتی کتابوں کا مطالعہ کرتے وقت اکثر تعارفی عنوانات نظر انداز کر دیتے ہیں اور جلد سے جلد اصل مشقوں کا آغاز کر دینا چاہتے ہیں جو سراسر نا تجربہ کاری پر مدلل ہے۔ ان تعارفی کلمات کے دو اہم مقاصد ہوتے ہیں۔ اولاً یہ آپ کو اس موضوع پر ابتدائی معلومات فراہم کرتے ہیں اور دوسرے آپ کو معلومات کو اس مضمون کے علوم سے مربوط کرتے ہیں لہذا ضروری ہے کہ ان تعارفی کلمات کو ان کا جائز حق دیا جائے اور ان کو نظر انداز کرنے کی غلطی نہ دہرائی جائے۔ کیونکہ یہ آپ کو وقتی طور پر اس عمل کے لیے تیار کرنے کا کام کرتے ہیں جو کہ آئندہ صفحات میں بیان کیا جا رہا ہے۔

کامیاب تجربات کے لیے جسمانی شرائط

کسی بھی مضمون پر تحقیق کرنے کے لیے یہ محض ایک اضافی قابلیت شمار

ہوتی ہے کہ آپ اس موضوع اور اس کی حدود کا جائزہ لینے کے قابل ہیں مگر ٹیلی پیتھی جیسے نازک موضوع پر تحقیق کرنے کے لیے خصوصیت لازمی حیثیت رکھتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہم ایک سرسری سے خاکے کے سوا اس بات سے بے خبر ہوں کہ ہمارے دائرہ تحقیق میں کیا کچھ شامل ہے مگر یہ ایک بات ہمیشہ ہمارے ذہنوں میں رہنی چاہیے کہ کسی بھی مضمون خاص طور پر بہت ہی پیچیدہ اور بلا واسطہ طریقہ پر نوع انسانی پر تحقیق سے وابستہ ہے۔

اخلاقی اصول اور نظریہ

ٹیلی پیتھی کو مفصل مطالعہ کرنے سے قبل ہمارے ذہنوں میں یہ واضح ہونا چاہیے کہ آخر اس موضوع پر کام شروع کرنے کے محرکات کیا ہیں۔ ہم بہر حال جب کوئی نیا کام شروع کرتے ہیں تو اس کی کوئی وجہ ہوتی ہے۔ کوئی محرک ہوتا ہے تو جب ہم ٹیلی پیتھی پر کام کا آغاز کرتے ہیں تو اس کے محرکات کا پتہ کیوں نہ چلا نہیں؟ ایک سادہ سا محرک تو یہ ہو سکتا ہے کہ ہم جاننا چاہتے ہیں اور اپنا علم بڑھانا چاہتے ہیں مگر کسی ایسے پراسرار اور دشوار العمل علم پر تحقیق کرنے کے لیے یہ کوئی جاندار علم نہیں ہے اور یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ہم کسی نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں تو اپنی معلومات کا کیا کرتے ہیں؟ دوسری تمام وقتی قوتوں کی طرح ٹیلی پیتھی کو بھی اچھے اور برے دونوں مقاصد میں استعمال کیا جاسکتا ہے جبکہ اپنی بنیادی ساخت میں یہ خصوصیت یعنی ٹیلی پیتھی اچھائی اور برائی سے قطع نظر ایک علم ہے، صلاحیت ہے، خوبی ہے، جس کا اچھا یا برا استعمال اس کے حامل پر منحصر

ہے اور اس طرح ہماری گفتگو اخلاقی ضابطوں اور اصولوں کی ان حدود میں داخل ہو جاتی ہے جہاں مختلف نظریات ایک دوسرے سے متضاد نظر آتے ہیں اور ہمارے لیے فوری طور پر کسی نتیجے پر پہنچنا دشوار ہو جاتا ہے۔ مختلف قبیلوں کی تہذیبوں کی مختلف انواع اخلاقی قدریں ہمیں الگ الگ راہ سمجھاتی ہیں اور اس طرح ہم خواہشات، خیالات اور احساسات کے جنگل میں گم ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور تب ہی ہمیں ان رہنما خطوط کی ضرورت پڑتی ہے جو ہمیں ان پیچیدگیوں سے نجات دلا کر سیدھی راہ پر لگا دیں۔

ایک موقع پر کمیونسٹ پارٹی کے ایک بے حد مذموم شخص نے یہ تحریر کیا کہ کوئی بھی شے جس نے کمیونسٹ پارٹی کو ذرا بھی فائدہ پہنچایا ہو، اچھی اور سچی ہے۔ اور اس طرح وہ تمام افراد جنہوں نے پارٹی کا ساتھ نہیں دیا جموٹے اور غدار ہیں۔ سوچئے کیا یہ انداز اس سے کہیں زیادہ عام ہے جتنا کہ ایک عام آدمی خیال کرتا ہے۔ دراصل جب بھی کسی مسئلے سے ہمارا ذاتی مفاد وابستہ ہو جاتا ہے تو ہماری سوچ بھی کم و بیش ایسی ہی ہو جاتی ہے۔ جہاں تک ہمارے مفادات کا تعلق ہے، ہم میں فطری طور پر ایسے تمام نظریات کی مخالفت کرنے کا رجحان پیدا ہو جاتا ہے جن سے ہمارے خیال میں ہمارے انداز فکر پر ضرب لگنے کا اندیشہ ہو۔ نئے نظریات کی یہ مخالفت یقیناً سراسر جذباتیت اور بے شعوری پر مبنی ہے مگر تاریخ شاہد ہے کہ ہر نئے خیال کو ہمیشہ نوع انسانی کے اس رد عمل کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے کہ ”اس خیال کو اسی وقت مفید سمجھا جاسکتا ہے جبکہ اس میں مجھے فائدہ پہنچانے والی کوئی بات بھی شامل ہو۔“ اگرچہ اس خام فخرے کو ہزار ہا مختلف

طریقوں اور ردیوں (چرے کے اتار چڑھاؤ اور حرکات و سکنات) سے ظاہر کیا جاسکتا ہے مگر یہ عوام کی اکثریت کا بنیادی رد عمل ہے۔ اگر ہم خود بالکل غیر جانبداری سے اس بات کا جائزہ لیں کہ ہم نے تحقیق اور جستجو کے لیے ٹیلی پیتھی ہی کا کیوں انتخاب کیا تو بہت ممکن ہے کہ خود ہمارے اذہان کے کئی تاریک گوشے بے غائب ہو جائیں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہم بھی خطا کار نوع انسانی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور کسی طور بھی ان سے الگ نہیں ہیں۔

بہر حال، کچھ رہنما خطوط ایسے ضرور ہیں جن سے ہمیں رہنمائی حاصل کرنی چاہیے اور جو اخلاق کے تسلیم شدہ اصولوں سے پوری طرح وابستہ ہیں۔ نمبر ایک یہ کہ ٹیلی پیتھی کی قوت کو کبھی صرف اپنے ذاتی مفاد میں استعمال نہ کیا جائے۔

نمبر دو، اس نئی قوت کو خدمت خلق کے لیے استعمال کیا جائے اور نمبر تین یہ کہ اس قوت کو کسی بھی قیمت پر یا کسی بھی حالت میں کسی شخص پر اس کی مرضی کے خلاف غلبہ حاصل کرنے کے لیے استعمال نہ کیا جائے۔ ہم اس بات سے پوری طرح باخبر ہیں کہ یہ اخلاقی ضابطے ہمارے اپنے مفادات کی دیکھ بھال کے لیے ہیں مگر ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ایک نام لکھے کے مطابق ہم غلطیوں سے مرعوب نہیں ہیں اور اپنے مقاصد کے لیے اگر کوئی بھی جائز و ناجائز طریقے سے استعمال کرنے سے نہیں چوکتے۔ بہر حال ان خارق العادات معاملات پر کام کرتے وقت اگر ہم مندرجہ بالا اصولوں کو مد نظر رکھیں تو یہ ہمارے حق میں بھی مفید ہوگا اور نوع انسانی کے لیے حق میں بھی۔

جن کا بہر حال میں خیال رکھنا ہے۔ ہم اگر کسی بھی مرحلے پر ان کو توڑنے کے مرکب ہوتے ہیں تو وجودیت کے قوانین کے تحت آفاقی سزا کے مستحق بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ کلمہ ہمیشہ صحیح ثابت ہوتا ہے۔ ”آج ہم جو یونیس کے ہکل دی کاٹنا ہوگا۔“ یہ صحیح اخلاقیات ہے جو قبائلی رسوم کی پابند نہیں ہے مگر جو علت اور معلول کے قوانین پر مدار کرتی ہے اور ہمیشہ اور ہر دور میں صحیح ثابت ہوتی ہے۔ جہاں تک ہمارے موضوع یعنی ٹیلی پیٹھی کا تعلق ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں اس سلسلے میں متعدد بنیادی اخلاقی ذمہ داریوں کو بھی نبھانا ہے اور جس کسی نے بھی ان کی خلاف ورزی کی اسے جلد یا بدیر اپنی حقائق کو نتیجہ سمجھنے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔ روحانی دنیا اپنے الگ قوانین رکھتی ہے۔ جن کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ انسانوں کو روحانی قوت کے غلط استعمال سے روکا جائے۔ میں اپنے برہما برکس کے ذاتی تجربات کی روشنی میں کہہ سکتا ہوں کہ ٹیلی پیٹھی کی مشقوں کے دوران اخلاقی ذمہ داریوں کو نبھانے کی کوشش کرنی چاہیے اور کسی بھی قیمت پر اپنی اس قوت کو غلط یا ناجائز مقاصد میں استعمال کرنے سے گریز کرنا چاہیے بصورت دیگر آپ کی ذرا سی لا پرواہی جاہ کن نتائج کا پیش خیمہ بھی بن سکتی ہے۔

عام شرائط

اب ہم یہاں ان شرائط کی بات کر سکتے ہیں جن کو کہ ٹیلی پیٹھی کے کام میں بہترین پایا گیا ہے۔ اگرچہ شرائط اور مخصوص حالات کا مکمل موضوع بہت ہی پر خارا اور پیچیدہ ہے تاہم اگر صحیح رہنمائی حاصل ہو جائے تو اپنے لیے بہترین راہ

نوری ہالہ (AURA)

روئے زمین پر پائے جانے والے ہر شخص کے گرد روحانی توانائی کا ایک حلقہ موجود ہوتا ہے۔ اس کی ماہیت بہت کچھ روشنی کے ہالے سے مماثل ہوتی ہے لہذا اسے عرف عام میں نوری ہالہ کہا جانے لگا ہے۔ نوری ہالے کے بارے میں بے شمار روایتیں موجود ہیں جن میں سے بعض سراسر بے بنیاد اور احمقانہ فکر پر مبنی ہیں۔ مگر چونکہ ان کا تذکرہ ہمارے اصل موضوع کے دائرے میں نہیں آتا لہذا ہم یہاں صرف یہ کہنے پر اکتفا کریں گے کہ نوری حلقہ دراصل افراد کے درمیان روحانی قائل کے طور پر کام کرتے ہیں۔ لہذا ہمیں کسی بھی صورت میں اپنی ٹیلی پیٹھی کی مشقوں سے کسی فرد کی مرضی کے خلاف ان روحانی حدود کو توڑنے کی کوشش نہیں کرنی ہے۔ ایسا صرف ایسی صورت میں کیا جانا چاہیے جب ہم اپنے محرکات سے پوری طرح مطمئن ہوں اور مقابل بھی اپنی روحانی حدود میں غل در معقولات کی رضا کارانہ اجازت دے دے۔ جب مندرجہ بالا دونوں شرائط موجود ہوں تب شخص سے شخص تک ٹیلی پیٹھی کا رابطہ قائم کرنا چاہیے ورنہ بصورت دیگر مقابل کو دواؤں وغیرہ کی مدد سے معمول بنانے کی کوشش سراسر بعید از اخلاق ہوگی تاہم دوستوں یا ایک دوسرے سے محبت کرنے والے جوڑوں کے درمیان ٹیلی پیٹھی کے رابطے کو جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔

یہ بات ہمیشہ ذہن نشین رہے کہ جس طرح ہمارے جسموں پر فطری قوانین کا اطلاق ہوتا ہے بالکل اسی طرح روحانی سطح پر بھی کچھ حدود متعین ہیں

متنہن کی جاسکتی ہے۔ درحقیقت کئی نام نہاد سائنسدانوں نے اپنے تجربات کو خود ساختہ اور کترسم کی شرائط میں اس طرح ملغوف کر رکھا ہے کہ ان تک رسائی محال ہے اور اس ضمن میں انہوں نے اس حقیقت کو بھی نظر انداز کر دیا ہے کہ ان میں سے بعض شرائط خارق العادات واقعات کی راہ میں بھی خارج ہو سکتی ہیں۔

مثال کے طور پر ہم اپنے کسرے سے ایک فوٹو اتارتے ہیں اور اس سے چپٹر کر اسے ڈارک روم کے مروجہ عمل سے گزار کر درست نتائج حاصل کریں، پھر کے زمانے کا ایک وحشی، دن کی تیز روشنی میں تصویر دیکھنے پر اصرار کرتا ہے اور ہم اس کے اصرار پر بے بس ہو کر کسرے سے خام ریل باہر نکالتے ہیں تو روشنی کی دہی قوت تصویر کی تباہی کا باعث بن جاتی ہے جو اگر درست حالت میں تصویر پر پڑتی تو اس سے صاف تصویر حاصل کی جاسکتی تھی۔ اب اگر ہمارے پھر کے دور کا وہ سائنسی جوش و خروش سے یہ دعویٰ کر کے ہماری تصویر کشی کا دعویٰ خام تھا تو ہماری حالت دیکھنے کے قابل ہوگی۔ بالکل ایسی ہی صورت حال سے ہمارے تجربے کا محققین کو اس وقت دوچار ہونا پڑتا ہے جب پھر کے دور کا ذہن رکھنے والا کوئی شخص انہیں اس بات پر مجبور کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ اپنے تجربات میں سائنٹفک شرائط کا خیال رکھیں۔ صاف ظاہر ہے روحانی تحقیق کے ضمن میں سائنٹفک شرائط پر اصرار اس کے قرار واقعی نتائج کی راہ میں حراہم ہو سکتا ہے۔ لہذا اپنے کام کے ابتدائی مراحل میں آپ کے لیے بہتر یہی ہے کہ بہت زیادہ سخت شرائط کے اطلاق سے حتیٰ الامکان گریز کریں۔ آپ جیسے جیسے اپنے تجربات میں کامیابی حاصل کرتے جائیں گے، آپ خود

ان شرائط سے آشنا ہوتے جائیں گے جو کہ منزل تک پہنچنے کے لیے ضروری ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ مختلف محققین، مختلف شرائط کا سراغ لگائیں اور بالکل مختلف حالات میں تجربات کو آگے بڑھانے کی سعی جاری رکھیں اور یہی وہ مقام ہے جب آپ اپنے دوسرے ہم عصر سائنسیوں سے تبادلہ خیال کر کے اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ آپ کو کن شرائط کی سختی سے پیروی کرنی ہے اور کن شرائط میں نرمی بھی برتی جاسکتی ہے۔

پیغامات بھیجے اور وصول کرنے والے کے لیے اعلیٰ الترتیب عامل اور معمول کی اصطلاحات استعمال کی جاسکتی ہیں۔ یہاں ایک نکتہ خاصا اہم ہے اور وہ یہ ہے کہ پیغام بھیجے اور وصول کرنے کے الفاظ سے ظاہری مطالب اخذ نہ کیے جائیں۔ اگرچہ پیغامات بھیجنے والا کا کچھ ارسال کرنے کا تصور رکھتا ہے اور انہیں وصول کرنے والا بھی ان پیغامات کو سمجھ پیہ وصول کرنے والا سمجھا جاتا ہے مگر یہ صرف خارجی مطالب ہیں۔ ان اصطلاحات کے داخلی تصورات، ان سے قدرے مختلف ہیں۔ اکثر تجربات سے یہ بات آپ خود ہی سمجھ لیں گے کہ چپٹر حالات..... میں عامل اپنے معمول سے صرف ایک ذہنی رابطہ قائم کرتا ہے جس کے نتیجے میں معمول اپنے عامل کے ذہن میں پیدا ہونے والے خیالات سے باخبر رہتا ہے۔

ثبلی پیتھی کے اس ذریعے سے خیالات کی ترسیل کو ریڈیو کے ذریعے پیغامات بھیجنے سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ ثبلی پیتھی کے ذریعے خیالات کی ترسیل کی متعدد سطحیں ہوتی ہیں جو آپ کے کام کے دوران رو بہ عمل آسکتی ہیں اور آپ

کے کام میں پیچیدگی پیدا کرنے کا باعث بن سکتی ہیں۔ لیکن وہ نکتہ ہے جہاں ہمارا سابقہ ایک عجیب و غریب حقیقت سے پڑتا ہے۔ اگر عامل اپنے معمول کو اتنے ہی قائلے پر محسوس کرتا ہے جتنے قائلے پر کہ وہ واقعتاً ہے تو معمول وہ پیغامات بہت زیادہ واضح انداز میں نہیں سن سکے گا۔ اس کے برعکس اگر وہ اپنے معمول کو اپنے سے قریب تر محسوس کرتا ہے تو بہت زیادہ واضح پیغامات بھیجے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اس سے ایک بات ثابت ہوتی ہے کہ معمول خواہ کتنے ہی قائلے پر کیوں نہ ہو اسے روحانی بنیادوں پر اپنے قریب تر محسوس کیا جاسکتا ہے اور اس طرح بہتر نتائج حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

نبلی پیتھی کی مشقیں

اکثر افراد جو اس میدان میں کام کا آغاز کرتے ہیں۔ اس خیال کے مرکب پائے گئے ہیں کہ اس ضمن میں مشقوں کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر جو لوگ اس موضوع پر بہت آگے تک جا چکے ہیں وہ اس حقیقت سے آشنا ہو چکے ہیں کہ خاطر خواہ نتائج حاصل کرنے کے لیے نبلی پیتھی کی باقاعدہ اور مضبوط تربیت بے حد ضروری ہے۔ اگرچہ نبلی پیتھی کی حساسیت پیدا کرنے کے متعدد طریقے ہیں مگر سب سے موثر طریقہ اپنے اندر قوت ارادی کا ارتقاء ہے کہ اس کے بغیر نبلی پیتھی میں کامیابی کا خیال عبث ہے۔

درحقیقت ”بلا ارادہ نبلی پیتھی“ کا عمل ہمارے اطراف ہر وقت جاری رہتا ہے جسے ہم اکثر محسوس کرتے ہیں اور اکثر اتفاق کا نام دے کر نظر انداز کر

دیتے ہیں۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ کس طرح اس خصوصیت کو جو کہ اپنی خام شکل میں ہر شخص میں موجود ہے، ترقی دی جائے اور بروئے کار لایا جائے۔ پس نبلی پیتھی میں دسترس پیدا کرنے کی ہماری کوشش ایک خودرو صلاحیت کو اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کہلائی جاسکتی ہے۔ بعض پوشیدہ اور پراسرار عقیموں میں نبلی پیتھی کو فنون لطیفہ کی حیثیت حاصل ہے۔ جہاں اسے ایک مقدس فریضہ کی حیثیت سے ترقی دی جا رہی ہے اور اس سے کام لیے جا رہے ہیں۔ ان عقیموں میں استعمال کیے جانے والے طریقے اب راز میں نہیں رہے وہاں سب سے زیادہ زور عامل اور معمول کی باضابطہ تربیت پر دیا جاتا ہے۔ اس طرح وہ یہ صلاحیت پیدا کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں کہ افراد کا ایک پورا گروپ اجتماعی طور پر کسی فرد واحد کے ذہن میں اپنے خیالات منتقل کر سکتا ہے۔ اور اسی طرح ایک فرد کے لیے یہ بھی ممکن ہو گیا ہے کہ وہ ایک پیغام بیک وقت متعدد افراد کو ارسال کر سکتا ہے۔ میں نے ذاتی طور پر ان دونوں طریقوں سے نبلی پیتھی کا مشاہدہ کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اگر مستقل مزاجی اور دلجمعی سے مشق جاری رکھی جائے تو ایسے نتائج حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

اب ہمیں وسیع تر میدان پر ان حوال کا بنظر غائر مطالعہ کرنا ہے جو ہمارے تجربات میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ سب سے پہلے تو ہمیں نبلی پیتھی کے امکانات پر اپنے یقین کو واضح کرنا ہے کیونکہ اس کے بغیر ہم اپنے کسی تجربے میں کامیابی سے ہم کنار نہیں ہو سکتے۔ واضح رہے کہ یقین سے مراد اعتقاد یا کوئی ایسی شے نہیں ہے بلکہ یقین سے مراد خود کو ذاتی طور پر غیر جانب

دار بنانا ہے تاکہ اس موضوع پر ہماری رسائی کسی تعصب، دباؤ اور عقیدے سے بالاتر ہو جائے اور ہم ذاتی طور پر ان روایات سے چھٹکارا حاصل کر لیں جو کہ اس ضمن میں مشہور ہیں۔ مثال کے طور پر ایک عام خیال یہ ہے کہ عامل کو اپنے خیالات کی ترسیل سے قبل خاصے طویل عرصے تک ارتکاز توجہ کی مشق بہم پہنچانی ہوتی ہے، درحقیقت ایسا نہیں ہے۔ عامل کو جتنے عرصے کے لیے مستعد ہونا پڑتا ہے وہ ایک منٹ سے بھی کم وقفہ ہو سکتا ہے بلکہ اکثر یہ تجربات سے ثابت ہوا ہے کہ اس سے زیادہ عرصے تک ارتکاز توجہ کی کوشش خیالات کی ترسیل میں رکاوٹ بھی بن سکتی ہے۔

نبیلی پنتھی میں عامل اور معمول کے ذہنوں پر صرف وہی حصے زیر استعمال آتے ہیں جنہیں عرف عام میں لاشعوری سطحیں کہا جاتا ہے۔ عامل کے لیے ضروری صرف یہ ہے کہ وہ اپنے ذہن میں حتیٰ الوسع ان خیالات اور ان سے متصل احساسات کو واضح کر لے جنہیں وہ معمول کے ذہن تک منتقل کرنا چاہتا ہے۔ عامل کے اپنے ذہن میں یہ پیغام جتنا واضح ہوگا، اس کا معمول بھی اسے اتنا ہی واضح حالت میں وصول کرے گا۔ اس کے برعکس اگر خود عامل ہی اپنے ذہن میں غیر واضح پیغام رکھتا ہے یا اس باب میں کسی تذبذب کا شکار ہے تو اس کی واضح ترسیل کا خیال عبث ہے۔ جدید مابعد فلسفاتی ماہرین اس حقیقت سے باخبر ہو چکے ہیں لہذا آج وہ اپنے معمول کے ذہن تک جن خیالات کی ترسیل پر زور دیتے ہیں وہ بجائے جیومیٹری کی اشکال پر مشتمل ہونے کے، واضح تصورات پر مبنی ہوتے ہیں۔

ترسیل اور وصولیابی

ایک ذاتی تصور جو کہ شعوری طور پر معمول کے ذہن تک منتقل کرنے کے لیے تشکیل دیا گیا ہو اسی صورت میں کارآمد ثابت ہو سکتا ہے، جبکہ خود عامل کے ذہن تک وہ مکمل حد تک واضح ہو۔ ظاہر ہے اس کا دار و مدار عامل کے ارادے اور اس کے پرکھنے کی صلاحیت پر ہے کہ وہ اپنے ارادے کی براہ راست تصویر کشی کر سکتا ہے یا نہیں، ارادے سے مراد اپنے ذہن، میں پیغام کو ترتیب دینا ہے۔ یہ کام انتہائی سکون اور اطمینان سے انجام دیتا ہے اور اس عمل میں باقاعدہ جدوجہد سے پرہیز کرنا ہے۔ شروع شروع میں تو اس میں کچھ دقت محسوس ہوگی مگر حراقتہ اور ارتکاز توجہ کی شعوری سی مشقوں کے بعد یہ نہایت آسان ہو جائے گا۔ یہاں مرحوم ڈاکٹر ایٹنی ہیٹس سے متعلق ایک واقعہ کا ذکر بے محل نہ ہوگا۔ جس میں ہمارے لیے ایک فصاحت کا پہلو سامنے آتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ابتدا میں ارتکاز توجہ کی پیہم مشقوں کے باوجود وہ خاطر خواہ نتائج حاصل کرنے میں ناکام رہی تھیں اور بظاہر اس کی وجہ بھی سمجھنے سے قاصر تھیں۔ مگر ایک دن اچانک ان کی سمجھ میں وہ وجہ آگئی جب ان کی استاد داماد ملاوکی نے خاموشی سے یہ ریمارک پاس کیا۔ ”مائی ڈیر اینی، تمہیں محسوس ہے کہ ارتکاز توجہ نہیں کرتی ہے؟“ اس طرح انہوں نے ہتھار شاگرد کی توجہ اس جانب مبذول کرانی کہ وہ ارتکاز توجہ کے دوران اپنے چہرے کے عضلات میں تناؤ پیدا کرنے کی مرکب ہو رہی تھی۔

ہمارا جسم دراصل ہمارے دماغ کے تابع ہوتا ہے اور اس طرح ہمارے جسم

کی ہر حرکت ہمارے شعوری یا غیر شعوری ارادے کے نتیجے میں ظاہر ہوتی ہے۔ لہذا اکثر ملحد ہی اس جال میں آ پھنستے ہیں اور پھر اپنی مشغول سے خاطر خواہ نتائج حاصل کرنے سے قاصر رہ جاتے ہیں۔ ہماری روحانی مشغول کا ایک مقصد دماغ کو جسم سے بالاتر رکھنا بھی ہے لہذا اکثر ہماری بنیادی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ہماری کوئی بھی فکری فکر جسم کے ذریعے ظاہر نہ ہونے پائے۔ یہ مقصد عام طور پر جسم کو آرام دہ حالت میں رکھنے کی مشغول کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے۔ اس کے کئی طریقے مروج ہیں مگر ہم آپ کو جو طریقے بتانے چاہے ہیں وہ سب سے زیادہ آسان اور مؤثر ہیں۔ یہ طریقہ عمل شخص کے بے حد سادہ مشغول پر مشتمل ہے جو آگے بیان کیا جائے گا۔ یہاں موضوع کے اعتبار سے آپ صرف یہ ذہن میں رکھیے کہ حال کو پیغام رسانی کے وقت اپنے جسم کو تازہ سے پاک رکھنا ہے اور خیالات کے مجمعہ..... کرنے اور ان کی ترسیل میں جدوجہد یا دباؤ سے گریز کرنا ہے۔ جو کچھ ضروری ہے، وہ صرف یہ ہے کہ اپنے ذہن میں پیغام کی ممکنہ حد تک واضح شکل قائم کر لی جائے اور اسے لہام سے پاک رکھا جائے۔ یہ مقصد ذہن میں بنی ہوئی تصویر کو دائمی آنکھ سے دیکھ کر حاصل کیا جاسکتا ہے۔ دائمی آنکھ سے پیغام کو مشکل کرنے کا مطلب اس کی واضح شکل متعین کرنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ہم جو کچھ سوچتے ہیں، ہمارا دماغ فوراً اس کی تصویر کشی کر دیتا ہے مگر اس تصویر کو دیکھنے اور پرکھنے کی صلاحیت اتنی زیادہ عام نہیں ہے جتنی کہ عام طور پر خیال کی جاتی ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ اس صلاحیت کو باقاعدہ مشغول سے اجاگر کیا جائے اور اس کو ترقی دی جائے تاکہ بعد میں یہ عملی کاموں

میں مدد و معاون ثابت ہو سکے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ میں یہ صلاحیت پہلے سے موجود ہو مگر اس کی اہمیت کے پیش نظر ہمارا مشورہ ہے کہ اس کی مشق جاری رکھی جائے اور جتنی الوسطہ اس کی استعداد میں اضافہ کیا جائے کیونکہ اپنے خیالات کو واضح صورت میں متعین کرنے کی صلاحیت ہی ان بنیادی عوامل میں سے ایک ہے جو آپ کو اس مقصد میں کامیابی سے ہم کنار کر سکتے ہیں۔

منعکس تصاویر

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو کسی مطب جگہ مثلاً کانڈ پر نگاہ ڈال کر اپنے خیالات کو اس پر ایک تصویر کی شکل میں منعکس کر سکتے ہیں جو صرف ان کے معمول کو نظر آتی ہیں جبکہ باقی افراد کے لیے وہ کانڈ کے سادہ کلوئے کے سوا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ مخصوص حالات میں جن افراد کو کانڈ کے اس کلوئے پر تصویر نظر آتی ہے، وہ اسے بہت واضح انداز میں دیکھ سکتے ہیں۔ اکثر صورتوں میں حال ان تمام افراد کو جو اس کانڈ پر اپنے خیالات کو تصویر کی شکل میں دکھانے میں کامیاب ہو جاتا ہے جو کہ اس خاص لمبے اس کانڈ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ یہاں ہمارا واسطہ مشترکہ ٹیلی ویشن سے بڑھتا ہے، جس پر متعدد کامیاب تجربات کیے جا چکے ہیں۔ ایک موقع پر ایک ننھی سی بچی نے مجھے ایک کانڈ پر نگاہ ڈالنے کے لیے کہا..... دیکھتے ہی دیکھتے اس کانڈ پر ایک تصویر کی خاکہ ابھر آیا۔ جب وہ اس طرح کے کئی کامیاب تجربات دکھا چکی تو میں نے اس سے پوچھا کہ وہ ایسا کس طرح کر لیتی ہے؟ اس نے سادگی سے کہا۔ ”میں سوچتی ہوں اور اپنے سوچ

بھیجا گیا ہو۔ عام حالت میں درمیانی تاخیر کا کوئی جواز نہیں ہے۔ مگر اس کے باوجود اکثر اوقات تاخیر سے موصول ہوتا ہے یا اس دوران میں اپنی شکل بدل لیتا ہے یا اس میں کوئی واضح تبدیلی آ جاتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ واقعہ یہ ہے کہ معمول تک پیغام تک پہنچنے میں تو تاخیر نہیں ہوتی مگر یہ پیغام چونکہ اس کے دماغ کی لاشوری سطح سے جا کھراتا ہے لہذا اکثر اس کے لاشور سے شعور تک کے سفر کے دوران اس کی ماہیت میں یا تو تبدیلی آ جاتی ہے یا اس میں تاخیر ہو جاتی ہے۔ اس کا سارا دار و مدار معمول کی اس وقت کی دماغی کیفیات پر ہے۔ جہاں تک کسی خاص لئے کسی فرد کی دماغی کیفیات کا علم یا اس کی علت و معلول کا تعلق ہے، اس کا تجزیہ تو صرف ماہرین نفسیات ہی کر سکتے ہیں اور یہ ہے بھی ان ہی کا موضوع۔ مگر ہم یہاں اپنے موضوع کے اعتبار سے انتخاب کر سکتے ہیں کہ اگر پیغام رسائی کے وقت معمول کا ذہن کشائش سے آزاد ہے تو وہ پیغامات کو ممکنہ حد تک واضح انداز میں وصول کر سکے گا۔ بصورت دیگر یہ پیغام اس کے لئے مبہم بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ مثلاً وہ ایک خفیہ آواز سنتا ہے یا اس کی آنکھوں کے سامنے کوئی منظر آ جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اس پیغام کو کسی تصویر کی شکل کے برعکس ایک نہایت واضح اور یقینی علم یعنی الہام کی صورت میں محسوس کرے۔ اس کے برعکس بعض صورتوں میں یہ پیغام اس کے لئے ایک شدید ذہنی تاثر کی صورت میں ظاہر ہو سکتا ہے جو ممکن ہے دو بارہ اس کے ذہن میں نہ آئے مگر پہلی ہی دفعہ اس کے ذہن پر نقش ہو جائے۔ ثبیلی پیتھی کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپ کا بھیجا ہوا پیغام معمول کے شعور سے کھرائے

کے گرد ایک خط کھینچ لیتی ہوں۔ وہ بھی ثبیلی پیتھی کو سمجھے بغیر اس کی صلاحیتوں سے معذور تھی اور اپنی فکر کو کاغذ پر تصویر کی شکل میں منتقل کرنے پر قادر بھی۔ اسی طرح ایک دفعہ مشہور ماہر روحانیت آٹوفان برگ کے کلمات دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ وہ اپنے خیالات کو ایک شخص کے گولے پر منتقل کرنے پر قادر تھے اور کمال یہ کہ اسے وہ تمام افراد حینہ دیکھ سکتے تھے جو کہ اس وقت گولے کی طرف متوجہ ہوں۔ پہلی مثال کے برعکس آٹوفان کی یہ صلاحیت ان کی ذاتی سماعت کا نتیجہ تھی۔ جس میں ہو سکتا ہے کہ کچھ اور عوامل بھی..... کار فرما ہوں مگر اس طرح ہم ثبیلی پیتھی کی مختلف النوع شکلوں سے بھی متعارف ہو جاتے ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ عامل اپنے عضلات کو ڈھیلا چھوڑ کر انتہائی آرام وہ حالت میں مگن ہو جاتا ہے۔ اپنے ذہن میں پیغامات کو تصویر کی شکل میں ڈھالتا ہے، انہیں اپنی دماغی آنکھ سے دیکھتا ہے اور جب پیغامات کی تصویر کی شکل سے مطمئن ہو جاتا ہے تو اپنے دماغ کی لاشوری سطح سے انہیں ارسال کر دیتا ہے جو معمول کے دماغ کی اسی لاشوری سطح سے جا کھراتے ہیں۔ اب اگر باقی عوامل ٹھیک کام کر رہے ہیں تو معمول فوری طور پر اپنے دماغ کی لاشوری سطح پر ان پیغامات کو محسوس کر لیتا ہے اور انہیں بالکل اسی طرح تصویر کی شکل میں دیکھ لیتا ہے جیسا کہ وہ عامل کے دماغ میں ہیں۔

یہاں ہم نے ایک شرط کا تذکرہ کیا ہے یعنی باقی عوامل ٹھیک کام کر رہے ہوں تو کوئی بہت ہی سادہ بات نہیں ہے اسے مثالوں کی مدد سے سمجھنا پڑے گا۔ واضح رہے کہ کوئی بھی پیغام ٹھیک اسی لئے موصول ہو جاتا ہے جس لئے کہ وہ

بغیر اس کی خود کار تحریروں کے ذریعے ظاہر ہو جائے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ پیغام رسانی کے لیے ایک سے زائد چینل کا استعمال کیا گیا ہے۔

خود کار تحریر

خود کار تحریروں کے ذریعے ٹیلی پیٹھی کی وصول یابی کوئی اتفاقی امر نہیں ہے بلکہ اس کی متعدد مستند مثالیں اور شہادتیں دستیاب ہیں جن پر آج بھی روحانی تحقیق کا کام جاری ہے۔ مشہور صحافی اور سماجی کارکن ڈبلیو، ٹی، اسٹینڈ اس انداز میں ٹیلی پیٹھی کے پیغامات وصول کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ اس طرح مس ای۔ کے بیٹس بھی جو کرائس، بی آر کی بنیادی میروں میں سے ایک تھیں، اسی صلاحیت کی حامل تھیں۔ کچھ عرصہ قبل مجھ میں بھی یہی صلاحیت ظاہر ہوئی تھی۔ جس کی ایک مثال غالباً دلچسپی سے خالی نہ ہوگی۔ ایک دفعہ جب کہ میں لندن سے باہر ایک گاؤں میں مقیم تھا، اچانک بغیر کسی مراقبہ کے مجھے کچھ کلنے کی تحریک ہوئی میں نے میز سے پینسل اٹھائی، کاغذ اٹھایا اور بلا ارادہ لکھنے لگا۔ ”میں سوئٹز لینڈ میں ہوں اور بلند پہاڑوں پر واقع ایک ہوٹل میں مقیم ہوں۔ میں ہوٹل کے برآمدے میں بیٹھا ہوں اور برف پوش چوٹیوں سے سورج کو ابھرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔“ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ انداز تحریر بھی میرا نہ تھا بلکہ یہ میرے روحانی استاد کا تھا جو مجھ سے میلوں دور میرے خیال کے مطابق لندن میں مقیم تھے۔ مزید توثیق کے لیے میں نے اسی وقت لندن ٹیلی فون کیا۔ وہاں سے پتہ چلا کہ میرے استاد چھٹیاں گزارنے سوئٹز لینڈ جا چکے ہیں۔ اس سے

زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ بعد میں جب اپنے استاد سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے اس کی بابت اس سے دریافت کیا تو انہوں نے کوئی شعوری کوشش نہیں کی! اسی طرح ڈبلیو۔ ٹی۔ اسٹینڈ کے بعد دوستوں کے خیالات بھی مجھ تک اسی طرح پہنچے ہیں یعنی وہ خود اس پیغام رسانی سے لاعلم تھے اور ان کی کیفیات یہاں میری خود کاری تحریر کے ذریعے کاغذ پر منتقل ہو گئیں۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ہمارے دماغ کا کوئی حصہ خارق العادات طریقے پر سرگرم عمل رہتا ہے اور اکثر ہمارے شعور کے علم میں لائے بغیر پیغامات کی ترسیل اور وصولیابی میں مصروف رہتا ہے۔

روحانی اور نفسیاتی عوامل

یہاں میں باب دوم میں آجی لکھی ہوئی ایک بات کا اعادہ کرنا چاہوں گا۔ میں نے کہا تھا اگر عامل پیغامات کی ترسیل کے وقت معمول کو اپنے سے قریب تر محسوس کرتا ہے، خواہ وہ اس سے کتنے ہی قاصد پر کیوں نہ ہو، تو یہ پیغامات معمول تک زیادہ واضح اور بہتر حالت میں پہنچتے ہیں۔ میں اس کی ذرا سی اور وضاحت کروں گا۔ ہم خود کو اپنے اطراف میں شناخت کرنے کے لیے قاصد کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں فلاں شے مجھ سے اتنی دور ہے یا میں فلاں شام سے اتنی دور تھا وغیرہ.....

روئے زمین پر پائی جانے والی ہر شے دوسری شے سے اپنے قاصد کی بنا پر شناخت کی جاتی ہے۔ یہ تو بنی طبیعتی دوری اور قاصد کی بات مگر مشکل تو یہ

ہے کہ ہم روحانی تحقیق مثلاً ٹیلی پتھی پر اپنے تجربات کے دوران بھی ان جسمانی دوریوں اور ان کے فاصلوں کو بھی مد نظر رکھتے ہیں جو کہ سراسر ہماری لاعلمی پر دلالت کرتی ہے۔ ہم عام طور پر خود کو ایک کپسول میں بند زندگی کی اکائی سمجھتے ہیں جو کہ اپنی ہی جیسی دوسری اکائیوں سے الگ وجود رکھتی ہے۔ مگر ٹیلی پتھی اور دوسری روحانی تحقیقات سے یہ بات جلد ہی ہم پر منکشف ہو جاتی ہے کہ بظاہر الگ الگ وجود رکھنے والی حیاتی اکائیاں درحقیقت ایک روحانی رابطے سے ایک دوسرے سے منسلک ہوتے ہیں۔ لیکن وجہ ہے کہ اگر ہم تجربات میں معمول کو فاصلے پر محسوس کریں تو گویا اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ہم اب تک خام عقیدے پر قائم ہیں یعنی زندگی کی اکائی انسان کو ایک دوسرے سے الگ سمجھتے ہیں۔ اب ظاہر ہے اگر عامل خود اپنے معمول کو فاصلے پر محسوس کرے گا تو وہ کیونکر اپنا پیغام واضح طور پر ارسال کر سکے گا؟ جب وہ خود طبعیاتی یا ارضیاتی انداز فکر اپنائے گا تو کیا دنیاوی حدود اس کی راہ میں مزاحم نہ ہوں گی؟ اور وہ بغیر کسی واسطے کے میلوں دور کس طرح پیغام بھیج سکے گا۔ پس ثابت ہوا کہ جب ہم ٹیلی پتھی کی بات کرتے ہیں تو ہمیں عام طرز فکر سے بھی چھٹکارا حاصل کرنا ہوگا اور چیزوں کو ان کی اصلی حالت میں دیکھنا ہوگا جیسی ہیں نہ کہ جیسی وہ نظر آتی ہیں۔

خیال رہے کہ عامل اور معمول کا رابطہ سراسر لاشعوری ہوتا ہے۔ اگر اس میں شعور کا دخل ہوتا ہے تو فوراً ہی جسمانی فاصلے کا سوال بھی پیدا ہو جاتا ہے جس سے ظاہر ہے ہمارے تجربات اور ان کے نتائج سمٹ کر رہ جاتے ہیں۔ لہذا ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ کسی بھی مرحلے پر شعور ہمارے لاشعور پر حاوی نہ

ہونے پائے اور ہر موقع پر لاشعوری کو برتری اور فوقیت حاصل رہے۔ جب ہی ہم دور اور نزدیک کے فاصلے کو نہ صرف یہ کہ سمجھ سکتے ہیں بلکہ اپنے کام اور تجربات میں اس کا برعمل استعمال بھی کر سکتے ہیں اور اس طرح ہم ایک نئی فکر سے آشنا ہوتے ہیں جس کے باعث ہم نہایت آزادانہ طور پر روحانی تحقیق کا کام آگے بڑھا سکتے ہیں۔

ایک یقینی طریقہ کار

اب تک میں نے ٹیلی پتھی کی ان خاص شرائط کا ذکر کیا ہے جو کہ کامیاب تجربات کے لیے اشد ضروری ہیں۔ یقیناً بعض اور بھی شرائط ایسی ضروری ہیں جو ہماری راہ میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں یا مزاحم ہو سکتی ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ ہم تجربات کے لیے ایک یقینی طریقہ کار دریافت کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ ضروری ہے کہ ہر تجربے کے بعد اس کا نتیجہ فوری طور پر لکھ لیا جائے اور یہ کام آئندہ وقت پر نہ ٹالا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی یادداشت ہر لمحے تغیر پذیر رہتی ہے اور ان کا بہت زیادہ امکان رہتا ہے کہ اگر ہم نے اپنے نتائج کہیں ریکارڈ نہ کیے تو اسے غیر شعوری طور پر بھلا دیں یا بلا ارادہ اس میں تبدیلی لے آئیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو پولیس افسران کو ان کی تفتیش میں بہت زیادہ مدد فراہم کرتی ہے۔ البتہ اگر آپ یہ تجربات اپنی ذاتی دلچسپی اور علم میں اضافے کے لیے کر رہے ہیں اور اپنے تجربات سے باقی دنیا کو روشناس نہیں کرنا چاہتے یا دنیا کے پاس ٹیلی پتھی کا جو مجموعی علم ہے اس میں اضافہ کرنا نہیں

چاہتے تو آپ کو اختیار ہے کہ آپ میرے اکثر مشوروں کو حذف کر لیں مگر یہ خیال رہے کہ اگر باقی افراد بھی اپنے تجربات کو محض اپنے تک محدود رکھنے پر مصر ہوتے تو آج یہ سطور آپ کی نگاہوں کے سامنے نہ ہوتیں۔

آپ میں سے کچھ افراد جو کتاب کو یہاں تک پڑھ چکے ہیں، سوچ سکتے ہیں کہ میں غالباً ٹیلی فنی کے طریقہ کار کو اس سے پیچیدہ بنانے پر تھلا ہوا ہوں جتنا کہ میں نے چشمہ کہا تھا۔ نیز یہ کہ مجھے کوئی ایسا آسان طریقہ بتانا چاہیے جو طرح طرح کے مشاہدوں، احتیاط اور شرائط سے پاک ہو اور جس میں محض یہ ہو کہ وہ خاموش بیٹھ کر قوت ارادی کے بل پر اپنے خیالات کو جمع کریں اور اسے معمول کی جانب ارسال کر دیں۔ ہو سکتا ہے کہ بعض لوگوں کے لیے یہ سب درست ثابت ہو مگر میری ذاتی..... کوشش یہی ہے کہ اس کتاب کے ذریعے آپ تک وہی کچھ پہنچے جو کہ تحقیق نے اس میدان میں برسوں کی تحقیق و جستجو اور محنت شاقہ کے بعد حاصل کیا ہے۔

جہاں تک ایک یعنی طریقہ کار کا سوال ہے اس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے جب بھی تجربہ کیا جائے تو نہ صرف یہ کہ اصل تجربہ نوٹ کر لیا جائے بلکہ طبعیاتی حالات اور موسم کو بھی نظر انداز نہ کیا جائے۔ چاند کی تاریخ کے ساتھ ہی موسمی کیفیات مثلاً بادل، بارشیں ہوائیں یا رعد و چمک کی وجہ سے فضا میں برقی آمیزش کو بھی نوٹ کیا جائے۔ روحانی مظاہر فطرت فضا کی بدلتی ہوئی صورتوں سے بہت متاثر ہوتے ہیں اور چونکہ ٹیلی فنی کے شمار بھی اسی زمرے میں ہوتا ہے لہذا اگر آپ نے اپنے لیے کوئی سازگار ترین فضائی صورت حال

مثلاً چاند کی کوئی ایسی خاص پوزیشن دریافت کر لی، جس وقت آپ کے لیے پیغام رسانی زیادہ سے زیادہ آسانی ہوتی ہے تو آپ کے لیے اس میدان میں ارتقائی منزلیں دشوار نہیں رہیں گی۔

بیرونی کش مکش

تجربے کو پوری تفصیل سے نوٹ کیا جانا چاہیے اور اس کی کسی بھی صورت کو نظر انداز نہیں کیا جانا چاہیے۔ مثلاً کمرے کا درجہ حرارت اور اس کے ساتھ ہی بیرونی حالات مثلاً کمرے سے باہر کا شور یا سکون، گھڑی کی ٹنگ اور اس طرح کی دوسری آوازوں کو بھی ریکارڈ کر لیا جانا چاہیے۔ کمرے کی ساخت اور معمول و عامل کے جسمانی حالات کو بھی نوٹ کرنا اشد ضروری ہے مثلاً اس وقت وہ پوری طرح صحت مند تھے اور آیا اس وقت وہ پوری طرح آرام سے بیٹھے تھے یا کسی قدر بے آرامی کی کیفیت کا شکار تھے۔ اس مقصد کے لیے اچھی آرام دہ کرسیوں کی ضرورت ہے۔ جو بہت زیادہ سخت نہ ہوں ورنہ عامل اور معمول دونوں ہی کو اپنا خاصا وقت اس سختی کے خلاف ذاتی جدوجہد یعنی مراقبہ میں صرف کرنا ہوگا۔ اسی طرح کرسیاں بہت زیادہ نرم بھی نہ ہوں۔ بس آرام دہ ہوں تجربے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ڈھیلے ڈھالے اور آرام دہ کپڑے پہنے جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ مین تجربے کے دوران کپڑوں کی تنگی یا بے آرامی ہماری توجہ ذہن سے ہٹا کر جسم کی طرف مبذول کرادے۔ آخر میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ تجربہ کرتے وقت عامل اور معمول دونوں ہی ذاتی طور پر پرسکون ہوں اور

تجربے کے آغاز سے قبل ان کے ذہن میں لاوانا اہل رہا ہو یا وہ متضاد فحشی کیفیات کا شکار نہ ہوں۔ دراصل یہی نکتہ سب سے زیادہ اہم ہے۔ جذباتی اتار چڑھاؤ، روحانی کارکردگی کو متاثر کرتے ہیں اگر اس دوران پیغام رسانی کی جائے تو ہو سکتا ہے کہ دوسری جانب وہ بجائے عام فہم پیغام کے محض ایک تاثر کی صورت میں موصول ہوں ہو سکتا ہے کہ بعض لوگ اسے بھی ٹیلی پتھی کی ایک مثال قرار دیں مگر بہر حال اسے کسی بھی صورت میں باضابطہ تجرباتی کام نہیں قرار دیا جاسکتا۔ ہمارے کہنے کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ احساساتی ٹیلی پتھی غلط ہے کیونکہ بلا تحریک ٹیلی پتھی اکثر صورتوں میں صرف احساساتی رابطہ ہی کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ کہنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ باضابطہ ٹیلی پتھی اور اس کے تجربات میں اس قسم کے تجربات و احساسات، اس کے نتائج میں خلل ہو سکتے ہیں۔

ٹیلی پتھی کے تجربات میں سب سے اہم شرط مہر و سکون ہے۔ اکثر افراد جو ٹیلی پتھی اور ایسی ہی دوسری روحانی مظاہر فطرت پر کام کا آغاز کرتے ہیں، ابتدا میں ہی کامیابی سے ہم کنار نہیں ہوتے۔ اس کی مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں۔ ہو سکتا ہے ان کی رہنمائی صحیح طور پر نہ کی گئی ہو یا وہ غلط خطوط پر آگے جا رہے ہوں۔ ان میں سے اکثر دو چار بھر پور کوششیں کرتے ہیں اور پھر پورے موضوع سے مایوس ہو کر اسے بچ دیتے ہیں۔ میں نے خود اس قسم ایک ریمارک سنا ہے۔ ٹیلی پتھی؟ ارے ہاں، میں نے خود پانچ بار کوشش کی ہے، کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔ مجھے تو اب اس میں شبہ ہے کہ ٹیلی پتھی نام کی کوئی شے ہوتی

بھی ہے یا۔۔۔۔۔ نہیں! ایسے افراد جو بات سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم طبعی حواس رکھتے ہیں جو صرف ظاہری اشیاء کو محسوس کرتے ہیں اور اگر ہم مافوق الفطرت اشیاء کو محسوس کرنا چاہیں تو ظاہر ہے ہمیں اس کے لیے مابعد الطبعیاتی حواس کی ضرورت پڑے گی جو ہو سکتا ہے ہمارے اندر پوری طرح پروان نہ چڑھے ہوں۔ جس طرح ہمارے طبعی حواس لاکھوں برس کے بعد موجود صورت تک پہنچتے ہیں۔ ہو سکتا ہے ہمارے مابعد الطبعیاتی حواس قدر ترقی نہ پاسکے ہوں اور محض اپنی خام صورتوں میں خال خال لوگوں۔۔۔۔۔ میں دستیاب ہوں۔ یہ بہر حال غلط ہے کہ یہ حواس بھی کم و بیش ہر شخص میں موجود ہوتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ انہیں کس طرح ترقی دی جائے اور انہیں کیونکر اس قابل بنایا جائے کہ یہ روحانیت کو بھیجہ محسوس کر سکیں۔

بیرونی روحانی شرائط

جو افراد فطری طور پر حساس ہوں، عام طور پر اچھے معمول ثابت ہوئے ہیں۔ مگر کسی بھی شخص کی بابت یہ پہلے ہی سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ ٹیلی پتھی کا معمول بننے کے لیے بہتر ہے یا نہیں۔ صرف بار بار کے تجربے ہی، وہ پتہ نہ ہیں جن کی بنا پر آپ اپنے آئندہ تجربات کے لیے بہترین معمول کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ البتہ ایک بات واضح ہے اور چونکہ یہ برہنہ ہے کہ تجربات اور عرق ریزی کے بعد دریافت ہوئی ہے لہذا اس کی صحت پر شبہ نہیں کیا جاسکتا اور وہ یہ ہے کہ جو افراد بہت زیادہ جذباتی اور حساس ہوں اور جن کے مزاج پر چاند اور سورج کے

اتار یا چڑھا دیا فضا کی بدلتی ہوئی حالت بہت زیادہ اثر انداز ہوتی ہیں، عام طور پر روحانی معاملات میں بہت زیادہ حساس پائے گئے ہیں۔ بیرونی روحیت کی بھی حساسیت ہے جو ہمارے نتائج کو غیر یقینی بنا دیتی ہے۔ دراصل کسی بھی تجربے کو اس وقت تک کامیاب نہیں قرار دیا جاسکتا جب تک کہ وہ کسی ضابطے کے تحت عمل میں نہ آیا ہو۔ لہذا وہ افراد جو ٹیلی پیٹھی کے تجربات میں دلچسپی رکھتے ہوں، انہیں سمجھ لینا چاہیے کہ عامل اور معمول دونوں ہی نوع انسانی سے تعلق رکھتے ہیں اور اس نا طے سے کسی بھی جذباتی رد عمل کا شکار ہو سکتے ہیں جو ان کے تجربات کو کامیاب یا ناکام بنا سکتی ہے۔

اس مقصد کے لیے ہمارا مشورہ ہے کہ ایک دفعہ میں کم از کم دس پیغامات متواتر بھیجے جائیں مگر معمول کو ان پیغامات کی تعداد سے باخبر رکھا جائے ورنہ ہو سکتا ہے ناکامی کی صورت میں وہ مایوسی کا شکار ہو جائے۔ مگر جب پیغامات بھیجے جائیں تو معمول سے ان کی بابت دریافت کیا جائے کہ آپ کو جو اطلاع موصول ہوئی اسے احتیاط سے نوٹ کر لیں اور ذاتی طور پر حساب لگائیں کہ آپ کا معمول کتنے فیصد پیغامات وصول کرنے میں کامیاب ہو گیا اور کتنے فیصد اس نے ”مس“ کر دیے۔ اگر آپ کے معمول نے ابتداء میں دس میں سے دو یا اس سے زائد پیغامات وصول کیے تو اس کا مطلب ہے وہ بیس فیصد یا اس سے زائد پیغامات وصول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اگر تجربات کی ابتداء ہی میں یہ کامیابی حاصل ہو جائے تو اسے بلاشبہ ایک بڑی کامیابی قرار دیا جاسکتا ہے۔ اور ان دونوں عامل اور معمول کو ایک دوسرے کے لیے بہترین کہا جاسکتا ہے۔ پر

اسرار دنیا کی ایک قدیم کہادت ہے۔ ”اگر درست مریض پر صحیح مؤکل لگا دیا جائے تو بہتر نتائج حاصل کیے جاسکتے ہیں۔“ اسی طرح جدید دنیا میں بھی دو آدمی اگر ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہوں اور ایک ساتھ کام کر رہے ہوں تو اسے ”چھری کاٹنے کا لاپ“ کہا جاتا ہے۔ عامل اور معمول کی روحانی ہم آہنگی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ اپنے تجربات کی منزل سے با آسانی گزر سکتے ہیں اور ہر مرحلے پر وہ ایک دوسرے کے معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔

اگر ممکن ہو تو عامل اور معمول کے تین چار جڑے بنائے جائیں اور پھر مختلف عاملوں کو مختلف معمول فراہم کر کے یہ اعزاز دلانے کی کوشش کی جائے کہ کون سے عامل کے لیے ان میں سے کون سا معمول بہتر ہے اور اس طرح عامل اور معمول کا اگر ایک بہترین انتخاب عمل میں آ گیا تو اس کے امکانات روشن ہو جاتے ہیں کہ وہ آئندہ تجربات میں صف اول کے محققین ثابت ہو سکیں.....

ایک بہترین معمول کسی طرح بھی بڑی نعمت سے کم نہیں ہوتا۔ یہ بہر حال مد نظر رکھا جائے کہ ٹیلی پیٹھی پر تجربات ہی اس کی صلاحیتوں کو اجاگر کر سکتے ہیں لہذا ضروری ہے کہ باقی افراد کو بھی عامل اور معمول کے جڑوں میں بانٹ دیا جائے اور انہیں بھی تجربات جاری رکھنے کے لئے کہا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے تجربات میں دوسروں سے بہتر ثابت ہوں۔ اسی طرح ٹیلی پیٹھی کے تجربات کرنے والی کئی ٹیمیں عمل میں آجائیں گی جو اپنے تجربات اور اس کے نتائج سے ایک دوسرے کو آگاہ کریں گی اور جو بالآخر ایک دوسرے کی رہنمائی کے لیے معاون ثابت ہوں گی۔ ہو سکتا ہے کہ پہلی ٹیم کے مقابلے میں دوسری

ٹیوں کو اتنی کامیابی حاصل نہ ہو لیکن اگر صبر و سکون سے مشق جاری رکھی جائے تو انہیں بلا خر کامیابی ہوگی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کسی دوسرے چیلن یا دوسرے خطوط پر چلی ٹیم سے زیادہ کامیاب ثابت ہوں۔

مستقل مزاجی

یہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ جو افراد روحانی تجربات میں دلچسپی رکھتے ہیں اور ٹیلی پتھی جیسے موضوعات پر کام کا آغاز کرتے ہیں اگر اپنا مقصد حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں تو ایسا صرف اس وقت ہوتا ہے جب وہ پوریت کا شکار ہو گئے ہوں۔ یہ واقعہ ہے کہ اکثر محض غیر مستقل مزاجی ہی کی وجہ سے کامیابی، ناکامی میں بدل جاتی ہے اور بالآخر سارا الزام اس موضوع کو سہنا پڑا ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ کسی بھی موضوع میں کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ بے حد سکون اور مستقل مزاجی سے مشق جاری رکھی جائے اور آہستہ آہستہ اس میں اپنی استعداد بڑھاتی جائے۔ اگر ایسا نہیں کیا گیا اور درمیان ہی میں مشقوں کا سلسلہ منقطع کر دیا گیا تو نتائج کی امید عبث ہے۔ ”پوریت“ ایک ایسا عنصر ہے جو کسی بھی موضوع پر کسی بھی مرحلے میں داخل ہو سکتا ہے۔ اس کے بارے میں پہلے سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ یہ بالکل غیر یقینی عوامل میں سے ہے۔ اور چونکہ ہر فرد مزاجاً دوسرے سے منفرد اور الگ ہے لہذا اس سلسلے میں کوئی بات حتمی طور پر نہیں کہی جا سکتی کہ کب کون پوریت کا شکار ہو جائے اور کون اس پر قابو رکھنے ہوئے دل جمعی سے کام کو جاری رکھے گا۔ اگر تجربات ایک لمبے عرصے تک جاری رہیں یا اس

میں کسی بھی وجہ سے کامیابی کے امکانات نظر نہ آئیں تو عامل یا معمول اپنی دلچسپی کم کر دیتا ہے اور جس کے نتیجے میں غلطیاں بڑھتی چلی جاتی ہیں اور بالآخر ایک یا دونوں ہی میں بے زار ہو کر تجربات کا سلسلہ ختم کر دیتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر تجربات مختصر عرصے تک جاری رکھے جائیں اور کام میں دلچسپی کا عنصر بھی برقرار رکھا جائے تو کامیابی کے امکانات بھی بڑھ جاتے ہیں۔ اس کے لیے بہترین طریقہ یہ ہے کہ کام کو وقفوں سے جاری رکھا جائے اور کسی بھی ایک خاص وقت میں تھکا دینے یا بیزار کر دینے والے کام سے پرہیز کیا جائے۔ بہتر ہے کہ عامل اور معمول باہمی رضا مندی سے ایک ایسا پروگرام ترتیب دے لیں جس کے تحت وہ مناسب وقفوں سے یا مقررہ دنوں میں مشق پر عمل درآمد کریں۔ اس طرح وہ ”پوریت“ سے بچ سکیں گے جو کہ ناکامی کا سب سے بڑا سبب ہے۔ یاد رہے کہ کسی کام کی کم مقدار بھی مفید ثابت ہو سکتی ہے بشرطیکہ اسے باقاعدگی سے جاری رکھا جائے۔ جب دو افراد کے درمیان ٹیلی پتھی کا رابطہ عمل میں آ جاتا ہے تو ناکامی کے امکانات بھی محدود ہو جاتے ہیں۔ لہذا ابتدا میں سب سے زیادہ زور اسی بات پر دیا جائے کہ کسی طرح عامل اور معمول کی اندرونی سطحیں ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہو جائیں اور وہ ایک دوسرے کو محسوس کر سکیں۔ اگر اس کے ساتھ ہی دوسرے عوامل بھی ٹھیک کام کر رہے ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ کامیابی آپ کے قدم نہ چومے۔ اس سلسلے میں بہت انحصار عامل کی اپنی ذہنی سطح پر بھی ہے اگر وہ ابتدا ہی میں محض جیومیٹری کے ڈیزائن مثلاً کراس، دائرہ یا مثلث نشر کرتا رہا تو معمول نہ صرف یہ کہ پور ہو جائے گا بلکہ اس کا ذہن بھی ادھر ادھر بھٹکنے

پر مجبور ہو جائے گا۔ لہذا ضروری ہے کہ پیغامات کے ضمن میں بھی تنوع پر برقرار رکھا جائے اور کوشش کی جائے کہ ایسے پیغامات بھیجے جائیں جو کہ معمول کو ان میں دل چسپی لینے پر مجبور کر دیں اور اس کی توجہ ادھر ادھر پھینکنے نہ دیں۔

تصویری شعور

ہم جس لاشعوری سطح کی بات کرتے ہیں وہ بنیادی طور پر تصویری شعور ہے اور یہی وہ سطح ہے جو اشیاء کے برعکس ان کے تجربی خیالات پر زیادہ چمکتی ہے۔ تصویروں سے مراد ہرگز نظر آنے والی تصویر نہیں ہیں بلکہ یہاں تصویر سے مراد وہ احساساتی تصویر ہے جو قوت باصرہ کے علاوہ دوسری حواس مثلاً ذائقہ، لمس اور شامہ وغیرہ کے تحت وجود میں آتی ہیں مثال کے طور پر ہم اگر آنکھیں بند کر کے کسی انسانی شے کو چھوئیں اس سے ہمارے ذہن میں اس کی کیا تصویری شکل بنتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ اگر سمجھا جانے والا پیغام ایسی ایک سے زائد حواسی تصاویر پر مشتمل ہو تو پھر اس کے امکانات بہت زیادہ ہیں کہ معمول ان کو محسوس کر کے دیکھا کر لے۔

مراقبہ کی ہدایات سے آپ کو پتہ چلے گا کہ ابتداء میں سادہ ترین تصورات ارسال کیے جانے چاہیں مثلاً دائرہ یا چوک وغیرہ اور اس پر یقینی دیر ممکن ہو تو پھر مرکوز رکھی جائے۔ اپنے ذاتی تجربے کی بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ ابتداء میں یہ چیز بہت مشکل ثابت ہوگی اور یقینی طور پر یوریت کے رجحانات کو فروغ دینے کی کوشش کریں گے جو انتہاک اور ٹیلی پتھی دونوں کے لیے سم قائل کی حیثیت

رہتی ہے۔ لہذا لازمی ہے کہ جو بھی شکل بھیجی جا رہی ہو وہ مکمل حد تک دلچسپ ہوتا کہ جب وہ معمول کو موصول ہو تو وہ اس میں دلچسپی محسوس کرے نہ کہ اس کی بھرا سے بیزار ہو جائے۔

بالکل یہی اصول عامل پر بھی مطبق ہوتا ہے، فرض کیجئے اگر ایک عامل سے کہا جائے کہ وہ جو بن پر آئے ہوئے گلاب کے ایک پودے کی تصویر بھیجے تو اسے نہ صرف یہ کہ اپنے ذہن میں ایسے ہی ایک پودے کی تصویر کشی کرنی ہے بلکہ اس کی تھک بھی اپنے تصور میں بسانی ہے اور اس کے ساتھ ہی پتوں کا خستہ پن، پھول کی پتھڑیوں کی نرمی و نزاکت اور کانٹوں کا ٹوکنا یا پن بھی نظر انداز نہیں کرتا ہے جب وہ اس تصویر کو ارسال کر رہا ہو تو ضروری ہے کہ وہ پوری جزئیات کے ساتھ اس کے ذہن میں محفوظ ہو۔ اس کے برعکس اگر صرف تصویری خاکہ کیجئے پر اکتفا کی جائے تو ہو سکتا ہے کہ اس کے اطراف کی فضا بھی منتشر ہو جائے۔ جو معمول کے ذہن کو منتشر کرنے کا کام کرے۔ کسی بالکل تنہا تصویری اطراف اور اس کے ماحول سے کئی ہوئی تصویری شکل کو نشر کرنے کے لیے کارڈوں کا طریقہ کار استعمال کیا جاسکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک بڑا کارڈ بورڈ لے کر اس کے درمیان میں اکتا بڑا سوراخ کر دیا جائے جس سے صرف وہ شے نظر آئے جیسے کہ آپ نشر کرنا چاہتے ہیں اور اس کے اطراف کی فضا کارڈ بورڈ کے فٹس منظر میں چھپ جائے۔ اس طرح آپ کارڈ بورڈ کے درمیان سوراخ پر کارڈ رکھ کر کے اس خاص شے کو نشر کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ میں نے اپنے تجربات میں اس طریقہ کار کو بہت زیادہ موثر پایا ہے۔

اس باب میں، میں نے کوشش کی ہے کہ آپ کو ان روحانی شرائط اور عوامل سے آگاہی ہو جائے جو کامیاب ٹیلی پیتھی کے لیے ضروری ہیں۔ بعض باتیں جو زیادہ وضاحت طلب ہیں آئندہ ابواب میں اس پر بحث آئیں گی۔ البتہ یہاں ایک بات کا اضافہ خاصا اہم ثابت ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ عام تصور کے برعکس اکثر خواتین اچھی معمول ثابت ہوا کرتی ہیں اور اس کی بھی وجہ ہے۔ خواتین عام طور پر نسبتاً زیادہ ذہین ہوتی ہیں اور اسی تناسب سے ان میں رویت کو محسوس کرنے کا عنصر بھی غالب ہوتا ہے۔ البتہ ایک بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مردوں کی نسبت ان میں مستقل مزاجی کا فقدان ہوتا ہے اور وہ بہت جلد بوری سے کاٹکار ہو جاتی ہیں۔ لہذا بہت کم عورتیں ایسی ہیں جو اس میدان میں آئی ہیں اور آخر تک محنت کر کے کامیابی سے ہم کنار ہوئی ہیں۔ لیکن ایک بات ضرور ہے اور تجربے نے جس کی سچائی ثابت کی ہے اور وہ یہ ہے کہ خواتین، مردوں کی نسبت ذہنی پیغامات وصول کرنے کی زیادہ صلاحیت رکھتی ہیں۔ پس اگر انہیں مناسب تربیت حاصل ہو جائے تو وہ آپ کے تجربات میں معمول کی حیثیت سے بے حد معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔

ٹیلی پیتھی کی تربیت

گزشتہ عنوان میں، میں نے ان عام عوامل اور شرائط کا تذکرہ کیا تھا جو ٹیلی پیتھی میں خیالات کی ترسیل کے ضمن میں معاون ہوتے ہیں۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ عامل اور معمول کو کس قسم کی تربیت کی ضرورت ہوتی ہے اور ٹیلی پیتھی کی

مشقوں کا صحیح طریق کار کیا ہے۔ ممکن ہے یہ بات بعض قارئین کو چونکا دے کہ تربیت کی ضرورت ان تمام افراد کو ہوتی ہے جو ٹیلی پیتھی کے کام میں حصہ لے رہے ہوں۔ اگرچہ ہم یہاں طے کر چکے ہیں کہ تربیت کی ضرورت عامل اور معمول دونوں کو ہوتی ہے مگر بہر حال بہتر یہ ہے کہ جتنے افراد بھی اس کام میں شریک ہوں، اکائی سے کام کریں اور اپنی ذمہ داریوں سے قطع نظر اس کام میں اتنی دلچسپی کا مظاہرہ کریں کہ تجربات کے حتمی نتائج میں سب کا حصہ ہو اور اس میں ہر شریک کی پیش کردہ تکنیک سے استفادہ کیا گیا ہو۔ اسی طرح دونوں طرف دیکھاؤ تیار کرنے والے شرکا کو بھی تجربات اور ان کی تفصیلات نوٹ کرنے کے لیے ایک ایسی تکنیک استعمال کرنی چاہیے جو آخر میں اس تمام کارروائی کی ایک جگہ اور سائنٹیفک تصویر پیش کر دے۔

یقیناً جیسا کہ میں پیشتر تحریر کر چکا ہوں کہ اکثر وقت ٹیلی پیتھی کے تاثرات اس طرح بھی ارسال کرنا آسان ہوتا ہے کہ آپ کہیں بیٹھ جائیں اور محض ارادہ کر لیں کہ آپ کچھ باتیں دوسری جگہ منتقل کرنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح کبھی کبھی یہ بھی ممکن ہوتا ہے معمول بغیر کسی اہتمام کے محض خالی الذہن حالات میں بیٹھ کر پیغامات وصول کرنے کے لیے تیار ہو جائے۔ مگر بہر صورت آپ کو اپنی تمام کارروائیوں کا باقاعدہ ریکارڈ تیار رکھنا ہے۔ ہو سکتا ہے مندرجہ بالا دونوں افراد کی طرح آپ بھی پیشگی تربیت کے سائنٹیفک ریکارڈ تیار کرنے میں کامیاب ہو جائیں مگر واضح رہے کہ ٹیلی پیتھی کی کارروائیوں کا ریکارڈ تیار کرنا اس قدر آسان نہیں ہے جتنا کہ اسے سمجھا جا رہا ہے۔

جائیں تو اس دباؤ سے چھکارا حاصل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ سانس اور جذبات و احساسات کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اگر آپ اس بیان کی سچائی ثابت کرنے میں دلچسپی رکھتے ہیں تو مندرجہ ذیل تجربہ آپ کے لیے معاون ہوگا۔

جب آپ شدید ترین جذباتی دباؤ مثلاً غصہ کا شکار ہونے والے ہوں تو آہستہ آہستہ سانس لینا شروع کر دیجیے۔ اس کا طریقہ یہ ہے۔ سانس لیتے وقت آہستہ آہستہ ایک سے پانچ تک گنیے۔ جتنے عرصے سانس سینے میں رہے اس کا وقت دو تک کتنی کے برابر ہو۔ اسی طرح سانس لینے کا ایک عمل مکمل ہوتا ہے۔ اس کو ایک چکر یا سائیکل کہا جاتا ہے۔ اگر آپ نے اس طریقے سے صرف ایک منٹ بھی سانس لیا تو آپ محسوس کریں گے کہ جب آپ آہستہ آہستہ گہری سانس لیتے ہیں تو آپ گہرائی تک نہیں سوچ سکتے۔ اس طرح آپ فوری طور پر اس جذباتی اتار چڑھاؤ سے چھکارا حاصل کر لیتے ہیں جس نے آپ کو اپنے گھیرے میں رکھا تھا۔ ہندو یوگیوں نے اس حقیقت کو سائنس دانوں سال پہلے دریافت کر لیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہندو یوگیوں کے یہاں عمل نفس کی متعدد مشقیں اسی اصولوں کو سامنے رکھ کر ترتیب دی گئی ہیں۔ ان میں سے اکثر مشقیں جو بنیادی طور پر ہندوستانی جسموں کے لیے ترتیب دی گئی ہیں، مغربی لوگوں کے لیے موزوں نہیں ہیں کیونکہ ان کا جسمانی اور فنی ارتقاء مشرقی افراد سے بہت مختلف ہوتا ہے۔ مگر بہر حال مشرقی مشقوں کے مساوی مغرب میں ایسی مشقیں موجود ہیں جو وہاں کے افراد کے لیے مفید ثابت ہو سکتی ہیں۔ البتہ یہاں جو مشقیں درج کی جا رہی ہیں ان کی اساس عام اصولوں پر ہے اور یہی وجہ ہے

کہ یہ سب کے لیے یکساں مفید ہیں۔

خیال رہے کہ جب آپ سانس روکیں تو حلق کو نہ بند کریں بلکہ سینے کے عضلات کو پھیلائیں اور سانس کو سینے میں اس طرح روکیں کہ پیلوں کا ڈھانچہ بیرونی جانب پھیل جائے۔ جب آپ نے سانس روکی ہوئی ہو اور کوئی شخص آپ کے سینے پر زور سے ہاتھ مارے تو ہوا باہر نکل جائے اور حلق اس میں مزاحم نہ ہو۔ اس طرح کی گہری سانس آپ کے اعضاءے ریسر یعنی دل و دماغ کو آہستگی سے تسخیر کریں گی اور جذبات کا تعلق چونکہ انہی اعضاء سے ہوتا ہے لہذا یہ آپ کے غیر رضا کارانہ اور مشتعل جذبات کو فوری طور پر سرد کر دیں گی۔ اس طرح آپ کا اعصابی تناؤ دور ہو جائے گا جس کے اثرات آپ کے پورے جسم تک پہنچیں گے اور عضلاتی تناؤ کو بھی کم کر دیں گے۔ اس کے ساتھ ہی اگر مندرجہ ذیل مشق کا اضافہ اور کر لیا جائے تو اس ضمن میں مزید فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ ایک ایسی کرسی پر سکون سے بیٹھ جائیے جو بہت زیادہ نرم نہ ہو مگر آرام دہ ہو اور پر بیان کیے گئے طریقے کے مطابق ایک منٹ عمل نفس کی مشق کیجیے اب اپنی توجہ سر کی طرف مبذول کیجیے اور دیکھیے کہ آپ کی کھوپڑی کا کوئی..... حصہ بے آرام تو نہیں ہے۔ اگر سر کا کوئی حصہ کسی قسم کے تناؤ کا شکار ہو تو یہ شکایت دور کیجیے اور اب اپنی توجہ چہرے پر مرکوز کر دیجیے۔ خاص طور پر پیشانی پر کوئی ٹنگن یا تناؤ نہیں ہونا چاہیے۔ اسی طرح باری باری اپنی توجہ جسم کے ہر عضو پر مبذول کیجیے اور دیکھیے کہ آپ کے جسم کے کسی بھی حصے میں تناؤ یا بے آرامی کی کیفیت باقی نہ رہے۔ جب آپ سر سے شروع کر کے اپنے پیروں اور پاؤں کی اگلیوں تک آئیں گے تو آپ محسوس

آپ مندرجہ بالا تکنیک میں مہارت حاصل کیے بغیر بھی اپنے ٹیلی پیتھی کے تجربات کر سکتے ہیں مگر اس میں کامیابی کے امکانات بہت کم ہیں۔ ٹیلی پیتھی میں کامیابی کا طریقہ صرف باضابطہ اور باقاعدہ مشق ہے۔ اس کے بغیر کامیابی ممکن نہیں۔ لہذا جتنی جلد آپ اس تکنیک میں مہارت حاصل کر لیتے ہیں، آپ کے لیے اتنا ہی بہتر ہے۔

ٹیلی پیتھی کا مخصوص تجربہ

سب سے پہلے، آپ تجربات کے لیے جس کمرے کا انتخاب کریں اس کا درجہ حرارت بالکل مناسب ہو۔ نہ تو زیادہ گرم ہو اور نہ ہی زیادہ سرد..... اگر ایسا نہ ہو تو کمرے کی سردی یا گرمی آپ کے کام میں حائل ہو سکتی ہے لہذا کمرے کے تاثرات درجہ حرارت کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ کمریاں آرام دہ ہوں مگر بہت نرم نہ ہوں۔ اس تجربے کے لیے آپ کو کسی ایسی کرسی کا انتخاب کرنا ہے جس پر بیٹھ کر آپ اپنی بہترین آرام دہ حالت میں رہتے ہوئے اس تصویر یا شے کو دیکھ سکیں جسے آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے منتقل کرنا چاہتے ہیں۔ تصویر میز پر ہلکی بھی ڈالی جا سکتی ہے کہ وہ میز کے متوازی اس کی سطح پر موجود ہے۔ اس کے علاوہ اسے کسی ہولڈر وغیرہ میں لگا کر میز کی سطح سے بلند کر کے بھی رکھا جا سکتا ہے جیسے بعض ٹائپسٹ اپنے کام کے دوران کرتے ہیں۔ تصویر کے برعکس، اگر خوش اشیاء کا تعلق ہو تو اسے میز پر رکھا جا سکتا ہے۔ اگر معمول بھی اسی کمرے میں موجود ہو تو ایسی تدابیر بے ضروری ہیں کہ اس کی نگاہیں اس شے یا تصویر پر نہ

کریں گے کہ آپ اس وقت مکمل آرام کی کیفیت میں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ابتدا میں یہ کام دشوار محسوس ہو اور اس کے نتیجے میں آپ مزید تاؤ محسوس کریں لیکن اگر آپ نے اس کی مشق جاری رکھی تو جلد ہی یہ کام آپ کے لیے بہت آسان ہو جائے گا اور آپ اس عمل میں کوئی دشواری محسوس نہیں کریں گے۔ یہ مکمل آرام کی کیفیت ہے۔ جب آپ باری باری جسم کے ہر حصے کو اس کی بہترین آرام دہ پوزیشن میں لائیں گے تو آپ ایک ایسی حالت میں پہنچ جائیں گے جب آپ کے جسم کے کسی بھی عضو اور کسی بھی حصے میں تاؤ یا کھنکھانہ نہ ہوگا اور جب آپ اپنی مشقوں کے ذریعے بغیر کسی جسمانی یا ذہنی دباؤ کے یہ پوزیشن حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو آپ ٹیلی پیتھی کی راہ میں ایک قدم آدھڑا سکتے ہیں۔

مشروط انعکاس

کسی ایسے لفظ یا علامت کا انتخاب کیجیے جو آپ کے لیے کشش رکھتا ہو۔ اب اس لفظ یا علامت کو اپنی آرام دہ اور پرسکون حالت سے اس طرح ہم آہنگ کیجیے کہ آپ اس لفظ یا علامت کی ذہنی تصویر کشی کر سکیں۔ یعنی وہ لفظ جوں ہی آپ کے ذہن تک پہنچے آپ کے دماغ میں اس کی تصویری شکل واضح ہو جائے۔ جب آپ اس طریقے سے کسی لفظ یا علامت کو اپنی پرسکون حالت سے مربوط کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو اس کا مطلب ہے اب آپ کو اس تکنیک پر قدرت حاصل ہوگی جسے عرف عام میں مشروط یا ”مشقید انعکاس“ کہا جاتا ہے۔

پڑکیں اور اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ کمرے کے درمیان میں پردہ ڈال کر اسے دھوڑوں میں منقسم کر دیا جائے۔ معمول کے لیے بہتر ہے کہ وہ اپنے کانوں میں ایئر پلگ لگا لے جو کہ اسے باریک سے باریک آواز سننے سے بھی روک دیں تاکہ وہ اپنی پوری توجہ اپنے ذہن پر مرکوز کر سکے۔

ایک آدمی کو ریکارڈز کی حیثیت سے کام کرنا ہے۔ اس کا کام تصویروں علامتوں یا خاکوں اور ان اشیاء کی فراہمی ہو جو کہ اس تجربہ میں استعمال ہو رہی ہوں۔ اس کے علاوہ اسے تجربے کا بالکل درست ریکارڈ بھی رکھنا ہے اور اس میں کسی بھی شے کو نظر انداز نہیں کرنا ہے۔ مثلاً فضا کی کیفیت کمرے کے درجہ حرارت، چاند کی پوزیشن (نیا، مکمل چاند یا ڈوبتا ہوا وغیرہ) نیز کوئی بھی ایسی تفصیل جو تجربے پر اثر انداز ہونے کی حیثیت رکھتی ہو۔ اگر معمول علیحدہ کمرے میں ہو تو ایک ریکارڈز اس کے ساتھ بھی ہونا چاہیے اور اسے بھی اسی قسم کا ریکارڈ رکھنا ہے جو کہ عامل کے ریکارڈ کے لیے ضروری ہے۔ یہ بتانا اہم بات ہے کہ کمرے میں کسی بھی قسم کی غیر ضروری گفتگو سے پرہیز کیا جائے۔ یہاں تک کہ بیرونی آوازوں کو بھی کمرے میں پہنچنے سے روکنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ کمرے سے باہر کی آوازیں، کمرے کے اندر ہونے والے تجربات میں کم سے کم خلل ہو سکیں۔ اگرچہ فی زمانہ بڑے شہروں میں رہتے ہوئے ہمارے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم بیرونی آوازوں سے کئی چھٹکارا حاصل کر لیں تاہم اگر ہم تجربات کے گھروں میں قدرے خاموشی یا سکون بحال کرنے میں کامیاب ہو گئے تو یہ چیز ہمارے تجربات میں بہت معاون ثابت ہوگی۔

خاموش گفتگو

اگرچہ اس کا انحصار سراسر حالت پر ہے کہ عامل اور معمول علیحدہ کمروں میں بیٹھے ہیں یا ایک ہی کمرے میں فروکش ہیں۔ تاہم اگر ایسا انتظام ہو جائے جس میں معمول کو عامل سے دور علیحدہ کمرے میں بٹھایا جاسکے تو یہ تجربات کے لیے بہت معاون ہوگا۔ اس طرح ہم ان محدود امکانات سے بھی فائدہ سکتے ہیں جن میں معمول اپنے عامل کی زیر زبان یا خاموش گفتگو سے کسی قسم کا اشارہ پانے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ زیر زبان یا خاموش گفتگو کو مطلب یہ ہے کہ عامل کو وہ الفاظ جنہیں وہ ارسال کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، نہایت خاموش کے ساتھ اور خود کار طریقے سے اس طرح ادا کرنے ہیں کہ وہ خود مکمل طور پر اس سے لاعلم رہے اور نہ ہی کوئی آواز سننے یا سوائے اس بڑبڑاہٹ کے جو اس کی زبان سے ادا ہو رہی ہو۔ اگر معمول، اسی کمرے میں ہو تو وہ چونکہ ایک بہت ہی پرسکون اور حساس فضا میں موجود ہوگا لہذا ممکن ہے کہ وہ اس بے زبان ادائیگی سے بھی کوئی مطلب اخذ کرنے میں کامیاب ہو جائے۔

اس سلسلے میں سرسبز اور پختہ نم کے کئی تجربات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ تجربات کی ان فضاؤں میں جن کا تذکرہ کیا جا چکا ہے معمول کے حواس اپنی حساسیت کی ان بلند یوں کو چھو رہے ہوتے ہیں کہ وہ پچاس فٹ سے بھی زائد کی خفیف سی خفیف سرگوشی بھی سن سکتے ہیں جب کہ کمرے میں موجود دیگر افراد نے خواہ کچھ بھی نہ سنا ہو مگر مکمل طور پر عامل کے احکامات کی زد میں آیا ہو معمول اس

قدر حساس ہو جاتا ہے وہ دور سے آتی ہوئی اس بڑبڑاہٹ سے بھی مطلب اخذ کر سکتا ہے جو عامل کے لیے بھی محض بڑبڑاہٹ کے سوا کچھ نہ ہو۔ انتہائی درجہ کی یہ حساسیت اکثر غلطی جتنی کے تجربات کو بری طرح مجروح کر دیتی ہے لہذا بہتر یہی ہے کہ عامل اور معمول کو علیحدہ علیحدہ کمروں میں بٹھایا جائے تو دونوں کمروں میں موجود ریکارڈوں کے لیے ضروری ہے کہ اپنی گھڑیاں آپس میں ملائیں تاکہ پیمائش کی تسلسل اور مصلوبائی کا بالکل درست وقت نوٹ کیا جاسکے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ معمول کی طرف کون سے عوامل کا خیال رکھنا ہے؟ تقریباً وہی حالات جو عامل کے کمرے میں بھی ہونے چاہیے مثلاً آوازوں سے فرار اور جسمانی آرام وغیرہ کا خیال رکھا جانا چاہیے۔ اس کے علاوہ اس کمرے میں ایک رائٹنگ پیڈ اور پین وینسل وغیرہ کی بھی ضرورت ہوگی تاکہ معمول جب کوئی پیغام وصول کرے تو اسے اسی لمحے نوٹ کیا جاسکے۔ اس کمرے میں بھی ایک ریکارڈ ضروری ہے جو مختلف کارروائیوں کو نوٹ کرے اور کسی بھی ضروری شے کو نظر انداز نہ کرے۔ کمرے میں بہت تیز روشنی نقصان دہ ہے۔ روشنی مدہم اور خوش گوار ہو گرائی ضروری ہو کہ اس روشنی میں لکھنے لکھانے کے عامل میں کوئی دشواری نہ ہو۔

پہلا نشریہ

ہم فرض کرتے ہیں کہ ریکارڈ کے پاس متعدد تصاویر، علامات، خاکے اور اشیاء موجود ہیں جنہیں تجربے میں استعمال کیا جاتا ہے یہ اشیاء ابھی تک کسی کو

دکھائی نہیں گئی ہیں اور انہیں اس طرح محفوظ رکھا گیا ہے کہ ایک وقت میں ایک ہی خاکہ، تصویر یا شے استعمال کی جاسکے۔ کمرہ پوری طرح تیار کیا جا چکا ہے اور پہلے نشریہ کے لیے فضا پوری طرح سازگار ہے۔ ریکارڈ نہایت خاموشی سے ایک تصویر، علامت یا شے اٹھاتا ہے اور اسے عامل کے سامنے میز پر رکھ دیتا ہے۔ عامل اپنی اسی آرام دہ اور پرسکون حالت میں بیٹھا ہوا ہے جس کا ہم پہلے تذکرہ کر چکے ہیں اور جس کی اس نے باقاعدہ مشق بہم پہنچائی ہے۔ وہ اپنی اسی بہترین اور آرام دہ پوزیشن سے اس شے کا مطالعہ کرتا ہے۔ اس لمحے اپنے ریکارڈ بک میں اس شے کی تفصیلات درج کرے گا۔ جہاں اس سے پیشتر وہ دوسری ضروری باتیں درج کر چکا ہے۔ اب اس مخصوص اور بالکل درست وقت پر جو کہ وہ معمول کے ریکارڈر سے پیشگی طے کر چکا ہے، عامل کو نشریہ کی ہدایت دے گا۔

عامل فوری طور پر اس شے یا تصویر پر اپنی پوری توجہ مرکوز کرے گا۔ اس کی ایک ایک تفصیل اپنے ذہن میں بٹھائے گا اور اس کی شے مکمل شبیہ کو دوسری طرف نشر کرنے کے باقاعدہ ارادے اور نیت سے اس شے پر اپنی توجہ صرف کرے گا مگر یہ کام انتہائی آرام دہ حالت میں اور سکون سے عمل میں آئے گا اور اس سلسلے میں ذہن و جسم پر کسی قسم کا بار نہیں پڑنا چاہیے اس لمحے اسے خاموشی سے فرض کرنا ہے کہ اس کا معمول اس کمرے میں بالکل اس کے قریب موجود ہے۔ اس مفروضے پر وہ جس شدت سے یقین کرے گا اور اس کا یہ تاثر جس قدر گہرا ہوگا، تجربے کے لیے اتنا ہی مفید ہوگا اس طرح معمول کو خود سے قریب محسوس کرنے کے اثرات یہ مرتب ہوں گے کہ اگر عامل کے ذہن میں قاصط کا

کوئی تاثر ہوگا تو دور ہو جائے گا اور تجربے کی کامیابی میں اس قسم کا کوئی وہم آڑے نہ آئے گا کہ اسے فاصلے پر پیغام بھیجا بھی جاسکتا ہے کہ نہیں۔

اصل نشریہ، ہمیں ٹیکسٹ سے زائد وقتے کا نہ ہونا چاہیے۔ جونہی یہ وقفہ پورا ہو عامل کو چاہیے کہ پیغام کو تریل معطل کر دے۔

معمول کے فرائض

معمول کے فرائض عامل سے قدرے مختلف ہیں۔ اسے بھی آرام وہ حالت میں ممکن ہوتا ہے جس کی اس نے اپنا قاعدہ مشق کی ہے۔ اور جس حالت میں جسم کا کوئی بھی حصہ بے آرامی کی کیفیت کا شکار نہیں ہوتا۔ اب اسے صرف پانچ سیکنڈ کے لیے عامل سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنا ہے اور یہ ارادہ کرتا ہے کہ عامل جو بھی پیغام بھیجے گا اسے وہ اپنے دماغ میں وصول کرے گا اور اسے یہ یقین کرنا ہے کہ اس کا ذہن، معمول کی حیثیت سے کام کر رہا ہے اور ابھی ایک مقررہ وقت پر اسے عامل کی طرف سے کوئی پیغام موصول ہونے والا ہے۔ جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ یہ تصور اسے صرف پانچ سیکنڈ کے لیے قائم کرنا ہے اور پھر انتہائی پرسکون اور آرام وہ حالت میں بیٹھ کر اس پیغام کا انتظار کرنا ہے جو مختصر ب ایک ذہنی رابطے کے ذریعہ اس تک پہنچنے والا ہے۔ اسے جو بھی پیغام موصول ہوگا، وہ اسے بلند آواز سے دہرائے گا۔ لہذا اگر معمول کے کمرے میں ایک چھوٹے سے ٹیپ ریکارڈر کا انتظام ہو جائے تو بہتر رہے گا۔ اس کے علاوہ اگر معمول خواہش ظاہر کرے تو اسے اس بات کی اجازت دی

جائے کہ وہ پیغام موصول ہونے کی صورت میں کاغذات پر اسے نوٹ کر لے یا اس کی شبیہ منتقل کرے اس کے علاوہ بھی اسے اپنی خواہش کے مطابق ہر طرح کی تصاویر بنانے کی اجازت ہوتی چاہیے نیز اسے ہر اس آواز، خوشبو، ذائقے اور تاثر کا ریکارڈ رکھنا ہے جو اس کے ذہن پر فوری طور پر اثر انداز ہو ان تمام انتظامات اور اقدامات کے لیے کئی منٹ درکار ہوں گے لہذا اس کام کے لیے دس سے پندرہ منٹ تک کا وقفہ فراہم کر دینا چاہیے اس کی وجہ یہ ہے کہ پیغام تو معمول کے ذہن میں لاشعوری سطح پر فوری طور پر موصول ہو جائے گا مگر اس تاثر کو لاشعور سے شعور تک سفر کرنے میں وقت بھی لگ سکتا ہے اور اس کے لیے کچھ وقت کا دیا جانا ضروری ہے یہاں تک بات خارج از علت نہ ہوگی کہ اکثر تاثرات کئی کئی گھنٹے تک شعوری سطح تک پہنچنے میں ناکام رہتے ہیں اور وصولیابی کی تاخیر ہی ایک ایسا سبب ہے جس کی وجہ سے اکثر تجربات میں پیچیدگیاں اور دشواریاں حائل ہو جاتی ہیں۔

اب معمول کو اپنے ذہنی رجحان کو آرام دینا ہے اور نارمل انداز کی طرف واپس لوٹنے کی کوشش کرنا ہے۔ اس مقصد کے لیے وہ چاہے تو اٹھ کر کمرے میں ٹہل سکتا ہے۔ اس طرح اس کی ذہنی رو کو نارمل حالت میں واپس آنے میں مدد ملے گی اور وہ ایک دفعہ پھر دوسرے تجربے کے لیے تیار ہو جائے گا۔ معمول کے کمرے میں موجود ریکارڈر کے لیے ضروری ہے کہ وہ گفتگو کی علت سے بچتے ہوئے اس وقت ٹیپ ریکارڈر بند رکھے۔ جب معمول نے تاثرات بیان کرنا موقوف کیا ہو اور اس وقت دوبارہ آن کر دے۔ جب مقررہ آرام کے بعد معمول

دوبارہ اپنے کام کے لیے تیار ہو گیا ہو۔ اگر شپ ریکارڈ استعمال نہیں کیا جا رہا ہے تو ریکارڈ کو چاہے کہ وہ ذاتی طور پر تمام کیفیات مع جزئیات کے نوٹ کرتا جائے اور اس ضمن میں معمول کی زبان سے ادا کیے گئے لفظ یا تاثر کو نظر انداز نہ کرے۔ یہ اس وقت تک دشوار محسوس ہوگا جب تک کہ ریکارڈ شارٹ ہینڈ سے واقف نہ ہو اس لیے جدید تجربات میں عام طور پر شپ ریکارڈ استعمال کرنے پر زور دیا جاتا ہے۔

ریکارڈ کو چاہیے کہ وہ اپنی ریکارڈ بک میں ان تمام کیفیات کا اندراج کرے جو کہ تجربے کے وقت موجود تھیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس دوران حالت میں نئی تبدیلیاں پیدا ہو جاتی ہیں لہذا ان کا بھی ریکارڈ کیا جانا ضروری ہے کیوں کہ ان میں سے بیشتر تجربات اور اس کے نتائج پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت بھی رکھتی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بات کہ ایک وقت میں کتنے تجربات کیے جائیں، سراسر حالت اور وقت پر انحصار کرتی ہے اس میں ان تمام شرکاء کی اتفاق رائے ضروری ہے جو ان تجربات میں شامل ہوں۔ یہ بہر حال مد نظر رکھا جائے کہ تحفے ہوئے یوریا غیر خواہشمند عامل اور معمول کبھی مثبت نتائج حاصل نہیں کر سکتے۔ ہمارا ذاتی مشورہ ہے کہ نبیلی پیٹھی کے مبتدیوں کو ایک وقت میں کم از کم پانچ تجربات ضرور کرنے چاہیں اور جوں جوں تجربہ حاصل ہوتا جائے اس تعداد میں اضافہ کیا جائے۔ یہ بات خاص طور پر نوٹ کی جائے کہ تجربات کے اختتام پر عامل اور معمول کو اس وقت تک کمروں سے باہر آنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے جب تک کہ وہ اپنی نارمل شعوری حالت میں دوبارہ نہ لوٹ آئیں۔

اس حساس ترین حالت میں، جس میں کہ وہ اپنے تجربات میں مصروف تھے باہر گھومنا یا کمرے سے باہر نکل آنا کئی طرح کے نقصانات اور مثنی رد عمل کا باعث بھی بن سکتا ہے۔

پیغامات کی تاخیر سے وصولیابی

ابھی کچھ دیر قبل پیغامات کی تاخیر سے وصولیابی زیر بحث آئی تھی۔ یہاں اس پر تفصیلی گفتگو ضروری ہے کہ اگر باقی عوامل ٹھیک کام کر رہے ہیں تو عامل کی جانب سے بھیجا ہوا پیغام ٹھیک اسی لمحے معمول کے ذہن میں لا شعوری سطح سے جا گرتا ہے۔ مگر ابتدا میں یہ ضروری نہیں کہ وہ فوری طور پر معمول کی لا شعوری سطح سے شعوری سطح تک منتقل ہو جائے اکثر ایسا فوری طور پر بھی ممکن ہو جاتا ہے۔ البتہ اگر اس میں تاخیر ہو جائے تو کبھی پیغام کچھ دیر کے بعد موصول ہو جاتا ہے۔ دراصل پیغام تو لا شعور تک پہنچ جاتا ہے مگر وہاں سے شعور کی طرف جانے میں کئی باتیں اس کی راہ میں حائل ہو جاتی ہیں۔ مثلاً معمول کی ذہنی رو بہرہ رگی یا اس کی توجہ ادھر ادھر پھرتی ہوئی۔ وہ کچھ اور سوچنے لگا وغیرہ وغیرہ۔ نیز حالات میں ایسی ہی کوئی اور بیرونی تبدیلیاں وغیرہ بھی اس کا سبب بن سکتی ہیں۔ لہذا معمول کے لیے ضروری ہے کہ اس کے ذہن میں فوری طور پر کوئی خیال آئے تو اسے نوٹ کرے اور اس سلسلے میں بظاہر غیر متعلق اشیاء کی طرف خیال کو نوٹ کرنے میں بھی کوتاہی نہ کرے۔ اس طرح پیغامات میں رکاوٹ یا تاخیر کا اصل سبب شناخت کرنے میں آسانی رہے گی۔ مکمل خالی الذہنی ایک ایسی کیفیت ہے جس پر طویل

مشقوں کے بغیر قابو نہیں پایا جاسکتا۔ معمول بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے ایک پر سکون اور خاموش کمرے میں بیٹھ کر وہ اپنی توجہ اصل موضوع کی طرف مبذول تو کرتا ہے مگر ضروری نہیں کہ اس میں ہمیشہ کامیاب رہے۔

دراصل بعض خارجی اور داخلی عوامل اتنے بااثر ہوتے ہیں کہ وہ معمول کی توجہ دوسری طرف بھٹکانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اس وقت معمول کے ذہن پر غیر متعلق خیالات حملہ آور ہوتے ہیں اور چونکہ خیالات کی یہ رو فوری طور پر دھندلا جانے اور غائب ہو جانے کی اتنی صلاحیت رکھتی ہے کہ بعد میں ان کو یاد کرنا اور نوٹ کرنا ممکن نہیں ہے لہذا معمول کے لیے ضروری ہے کہ جوں ہی ان کے ذہن میں کوئی غیر متعلق خیال آئے اسے فوری طور پر نوٹ کر لے۔

ٹیلی پیٹھی کا مخصوص تجربہ جو اوپر بیان کیا گیا ہے، میرے خیال میں کئی سال کے ذاتی تجربات پر اساس رکھتا ہے اور اس غرض سے ترتیب دیا گیا ہے کہ نوآموزوں کے لیے کارآمد ثابت ہو سکے۔ پس اگر آپ اس میدان میں نئے ہیں تو یہ تجربہ آپ کے لیے بے حد مفید ہو سکتا اور اگر اس میں بتائی گئی شرائط اور حالات کی پیروی کی گئی تو اس تجربے میں کامیابی کے امکانات بہت روشن ہیں۔

پنٹائزم اور مسمریزم کے ذریعے ٹیلی پیٹھی

گزشتہ باب میں ٹیلی پیٹھی کی تربیت کا عام طریقہ زیر بحث لایا گیا تھا بہر حال اس کے علاوہ بھی بعض طریقے ہیں جو اس صلاحیت کو بروئے کار لاسکتے ہیں۔ ان میں سے ایک ٹیلی پیٹھی میں مسمریزم اور پنٹائزم کا استعمال ہے اگرچہ

ان دونوں پر اسرار علوم کو ایک ہی قوت گردانا جاتا ہے جو کہ مختلف ناموں سے معروف ہیں۔ مگر میں نے ان دونوں میں فرق کو ملحوظ رکھا ہے۔ اپنے برہا برس کا محیط تجربات کی بنا پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مسمریزم دراصل ایک وسیع علم ہے اور پنٹائزم اپنی تمام وسعتوں کے باوجود اس پر اسرار موضوع کا ماضی ہے۔ جس پر مسمریزم کی بنیاد استوار کی گئی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہم پنٹائزم کو مسمریزم کی ایک وسیع شاخ کہہ سکتے ہیں۔

پنٹائزم کی اصطلاح کے لیے ہم ڈاکٹر جیس بریڈ کے مرہون منت ہیں۔ ایک موقع پر جب کہ وہ مسمریزم پر تجربات میں مشغول تھے ان پر ایک ایسی قوت کا انکشاف ہوا جسے قریب انظر نہیں کہا جاسکتا تھا۔ انہوں نے بعد میں اس قوت پر مزید تجربات کیے اور اسے پنٹائزم کا نام دیا جو آج تک قائم ہے۔ اس زمانے میں طبی حلقوں میں مسمریزم پر مگر مگر مباحثوں کا سلسلہ جاری تھا اور اس سلسلے میں اکثر نامور طبیوں کا ایک گروپ عمل میں آ گیا تھا۔ جو مسمریزم کو طبی مقاصد کے لیے استعمال کرنے کا حامی تھا۔ یہ پر اسرار مظہر لطرت اگرچہ ازل سے سرگرم عمل ہے اور دور دور میں انسان اس سے کام لیتا رہا ہے مگر اسے باقاعدہ علم کی حیثیت سے مہذب دنیا نے اس وقت شناخت کیا جب ڈاکٹر انٹون مسمر نے اپنے طویل تجربات کی روشنی میں اسے عوام اور لوگوں کے مشاہدے کے لیے پیش کیا۔ چنانچہ ڈاکٹر انٹون مسمر کی خدمات کے اعتراف کے طور پر فرانس کے شہریوں نے اس علم کو ان ہی کے نام سے منسوب کیا اور ان کے نام پر یہ علم مسمریزم کہلایا جانے لگا۔ مگر اسے اس وقت

سرکاری سطح پر تسلیم نہیں کیا گیا تھا۔ یہ ان کی ہی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ ۸۲ء میں فرانسیسی حکومت نے ایک کمیشن نامزد کیا جس کا مقصد انسانی متناسطیت پر تحقیق کر کے اس پر اپنی سرکاری رپورٹ تیار کرنا تھا۔ مگر بد قسمتی سے ان کی رپورٹ بڑی حد تک جانبدارانه تھی جس میں بجائے اس علم کو سرکاری سطح پر تسلیم کرنے کے اسے پر اسرار اور شیطانی علم گردانا گیا تھا جسے طبی حلقوں نے تسلیم نہیں کیا۔ بالآخر ۱۸۳۱ء میں ایک اور کمیشن نامزد کیا گیا۔ جس نے بالکل غیر جانب داری سے اپنے کام کا آغاز کیا اور ایک ایسی رپورٹ پیش کی جسے مسمریزم کے حق میں کہا جاسکتا ہے۔ بہر حال برطانوی اور فرانسیسی حکومتوں کی اسی مسمریزم دشمن کاثر تھا کہ ڈاکٹر ایس ڈیل جیسے قابل شخص کو اپنے ہم وطنوں کو ملامت و تشنیع کا سامنا کرنا پڑا جن کی خدمات کو کبھی بھلایا نہیں جاسکتا۔ انہوں نے ایک خصوصی ہسپتال قائم کیا تھا جس میں مسمریزم کے ذریعے اکثر ناقابل علاج امراض کا علاج کیا گیا۔ واضح رہے کہ اس ہسپتال کو چلانے کی سہولت ہندوستانی حکومت نے بہم پہنچائی تھی۔ اس طرح ڈاکٹر ایلیسن کو بھی اپنی مسمریزم دوستی کی قیمت اس طرح ادا کرنی پڑی کہ اسے اس کے قاصدوں میں مذاق کا نشانہ بنایا گیا اور اس کی کامیابیوں پر اس کا مذاق اڑایا گیا۔ مگر ان باہت ڈاکٹروں نے ثابت قدمی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا، ہر دشواری اور مخالفت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور بالآخر مسمریزم کو ایک طریقہ علاج کی حیثیت سے منوا کر دم لیا۔

جہاں تک ہندوستان میں ڈاکٹر ایس ڈیل کے کام کا تعلق ہے، یہ بات

ریکارڈ پر موجود ہے کہ اس نے متعدد مرتبہ مریضوں کو کسی خارجی دوا سے بے ہوش کرنے اور ان کے اعصاب کو ناکارہ کرنے کے بجائے مسمریزم سے کام لیا اور مریضوں کو مسمریزم کے اثرات کی زد میں لے کر سرجری کے جوہر دکھائے۔ مثلاً خطرناک آپریشن کیے اور جسم کے اندر سے درد اور گٹھلیوں کو نکال پھینکا۔ جن افراد نے سرجری کی تاریخ پر بھی ہے وہ جانتے ہیں کہ ان جدید دواؤں مثلاً کلوروفارم اور ایٹرک در یافت سے قبل سرجری کتنا ہیما یک عمل تھا۔ مگر اس زمانے میں جن عظیم ڈاکٹروں نے اپنے مریضوں کو مسمریزم کے اثرات کی زد میں لا کر ان کے آپریشن کیے۔ انہوں نے آپریشن اور اس کے بعد کوئی تکلیف محسوس نہ کی واضح رہے کہ اس زمانے میں آپریشن اتنا تکلیف دہ عمل تھا کہ مریضوں کی اکثریت آپریشن کی تکلیف ہی سے راضی عدم ہو جاتی تھی۔ بلا تکلیف سرجری سے قطع نظر طبی دنیا کی ایک بڑی شخصیت کا دعویٰ ہے کہ ایس ڈیل کے مریض جب آپریشن کی منزل سے گزر رہے ہوتے تو باقاعدہ ہوش میں دتے اور جراحی کے عمل کا چھٹم خود مظاہرہ کر رہے ہوتے تھے مگر انہیں کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی تھی۔ ایس ڈیل کے ہم عصر اس کی مخالفت پر کمر بستہ تھے اور عجیب و غریب افواہیں اڑاتے تھے۔ ان کی احقانہ باتوں کا ایس ڈیل کے پاس یہ جواب تھا ڈاکٹروں کا پورڈیکٹیل دیا جائے اور فیصلہ ان کے ذمہ چھوڑا جائے غالباً یہ کہنے کی تو ضرورت نہیں ہے کہ ایس ڈیل کے اس چیلنج کا مقابلہ کرنے کی کسی میں ہمت نہ تھی۔ مخالفین نے کبھی بھی اس کو شجیدگی سے پرکھنے کی کوشش نہیں کی۔

حیوانی مقناطیسیت

سمریزم کی تعلیمات کا بنیادی اصول یہ ہے کہ ہر انسان میں ایک فیصلہ کن توانائی پائی جاتی ہے۔ جسے حیوانی مقناطیسیت کہا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی مشقوں کے ذریعے اپنی اس وقت میں اضافہ کر لیتا ہے تو اس میں یہ صلاحیت پائی جاتی ہے کہ کسی ایسے شخص کو اپنے مقناطیسی اثرات کی زد میں لے آئے جو رضا کارانہ طور پر اس کے لیے تیار ہو اور اس طرح وہ اپنے مقناطیسی اثرات کی زد میں آئے ہوئے شخص کے ذہن اور جسم کو کئی طرح کی ایب نارمل کیفیات سے دوچار کر سکتا ہے۔ اس دور میں طبی سائنس کی فضا اس بات کی قائل تھی اور یہی بد قسمتی سے کافی عرصہ تک ایسا ہو سکا کہ سمریزم کو اس کی اصل حیثیت میں استعمال کے لیے پیش کیا جاسکا۔ تاہم اس پر تجربات کا سلسلہ جاری تھا اور پراسرار علوم سے دلچسپی رکھنے والا ایک طبقہ ایسا تھا جس نے اس علم کو کبھی پڑمردہ نہیں ہونے دیا اور وقتاً فوقتاً اپنے تجربات سے دنیا کو روشناس کراتا رہا اور اس طرح ایک دن ڈاکٹر بریڈ نے سمریزم کی ایک اہم ترین شاخ پینانوم کا تعارف کرایا اور لوگوں نے اسے تسلیم کیا کہ سمریزم پر کام کرنے سے پینانوم پر کام کرنا کہیں آسان ہے۔ میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ اکثر اوقات معمول کو اپنے ہاتھ کی گردش سے اثرات قبول کر دینے کی تربیت دینے کے لیے کئی گھنٹے کی صبر آزما محنت درکار ہوتی ہے غالباً یہی وجہ ہے کہ گزشتہ ادوار میں سہل پسند طبیوں نے اس سے بچنے کی کوشش کی اور اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہوئے۔ تاہم ان دنوں یہ

خوش کن خبر ہے کہ اکثر ممالک مثلاً امریکہ اور روس وغیرہ بھی مابعد الطبعیاتی کاموں کی طرف مائل ہوئے ہیں اور روحانی دنیا میں تجربات کا آغا ذکر چکے ہیں۔ اس سلسلے میں کرلین فوٹوگرافی کا ذکر بے محل نہ ہوگا۔ اکثر قارئین اس سے واقف ہوں گے۔ یہ ایک ایسا کمرہ ہے جس سے ماضی کی تصاویر کھینچنا ممکن ہو گیا ہے۔ یہ گویا اس بات کا اعتراف ہے کہ انسانی جسم سے مقناطیسی شعاعیں خارج ہوتی ہیں اور جسم کے وہاں سے ہٹ جانے کے بعد بھی برسوں تک وہاں موجود رہتی ہیں۔ یہ کلیتہً سمریزم کی قیودری ہے جس پر کام کر کے بالآخر مغربی ممالک ایک سائنسی ایجاد میں کامیاب ہوئے۔

بلند تر روحانی مظاہر فطرت

یہ سچ ہے کہ پینانوم کے طریقوں سے بھی سمریزم کے مظاہر فطرت کا ظہور عمل میں لایا جاسکتا ہے ان طریقوں کی بنیاد بھی اسی اصول پر ہے مقناطیسی لہروں کے ذریعے معمول کے ذہن کی لاشعوری سطح پر قابو پایا جائے۔ اس کے برعکس اکثر بلند تر مظاہر فطرت جن پر سمریزم کے طریقوں سے قابو حاصل کیا جاسکتا ہے۔ شاذ و نادر ہی پینانوم کی تکنیکوں سے قابو میں آتے ہیں۔ جب بھی پینانوم کے ذریعے کوئی بلند تر روحانی مقصد حاصل کیا گیا ہے، اس کا مشاہدہ کیا گیا ہے کہ اس وقت پینانوم کا عامل بعینہً اس طرح کے عمل میں مصروف تھا جو کہ بالعموم سمریزم کے ماہرین کے لیے مخصوص ہیں۔ لہذا اس کا۔ اپنی کے پس پردہ یہ محرک بھی ہو سکتا ہے کہ اس دوران پینانوم کا عامل غیر ارادی طور پر اپنی مقناطیسی

صفات کو بروئے کار لے آیا، ہواور یہ کامیابی دراصل اسی کی مرہون منت ہو۔ لہذا کسی بھی طرح ان دونوں علوم کو عمومیت نہیں دی جاسکتی یعنی ان دونوں علوم کو، جو ایک دورے سے الگ ہیں، ایک نہیں گردانا جاسکتا۔

مسریم اور پٹانوم کی ماہیت پر اس بحث کو یہاں ختم کرنے سے پہلے ایک وضاحت ضروری ہے کہ اس میں اکثر معمول کسی عامل کے بغیر بھی فرانس میں آسکتے ہیں۔ اس میں یہ ضروری نہیں ہوتا کہ کوئی عامل اپنے معمول کو ہدایت دے اور معمول ان ہدایات کی روشنی میں خود کو اس کیفیت میں ضم کر دینے کے لیے پیش کر دے۔ بلکہ معمول چاہیے تو رضا کارانہ طور پر خود پر پٹانوم کی کیفیت طاری کر سکتا ہے۔ جسے خود ساختہ پٹانوم کہا جاتا ہے۔

پٹانوم کے ایک منسلک فکر کا تو یہاں تک دھڑی ہے کہ پٹانوم کی تمام صورتیں خود ساختہ ہوتی ہیں اور اس میں معمول اگر خود پر یہ کیفیت طاری کرنے میں تعاون نہ کرے تو اسے پٹانوم نہیں کہا جاسکتا۔ میں ذاتی طور پر اس حیثیوری کو پوری طرح قبول نہیں کرتا۔ مگر اس سے مکمل طور پر انکار بھی نہیں کر سکتا کیونکہ اس میں سچائی کی رفق موجود ہے۔

فرانس میں آئی ہوئی کیفیت

پٹانوم اور مسریم کے ذریعے ٹیلی پیتھی میں ہدایات بہت اہم رول ادا کرتی ہیں۔ معمول سے کہا جاتا ہے کہ وہ ذاتی طور پر کسی خاص جگہ سفر کرے اور وہاں وہ جو کچھ دیکھے، بیان کرے۔ اس سلسلے میں معمول کو ایسی ذاتی اور جسمانی

ہدایات دی جاتی ہیں جن کا مقصد خود اسے اپنی پوشیدہ قوت کا احساس دلانا ہوتا ہے۔ یہ سارا عمل عامل اور معمول کی ایک عجیب و غریب قربت کے نتیجے میں وجود میں آتا ہے۔ اس تجربے کے وقت معمول اپنے ذہن کو کلیتہاً عامل کے اثرات کی زد میں محسوس کرتا ہے اور رضا کارانہ طور پر اس کے مشوروں اور ہدایات پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ مشقوں سے یہ ذاتی رابطہ اس حد تک بڑھایا جاسکتا ہے کہ معمول سے کافی قافلے پر ہونے کے باوجود اسے فرانس میں لاسکتا ہے اور معمول کو اس کا علم بھی نہیں ہونے پاتا کہ اس کا ذہن رفتہ رفتہ اس کا ساتھ چھوڑ رہا ہے اور کسی دوسرے شخص کے فرانس میں آ رہا ہے۔ اس روحانی رابطہ میں ٹیلی پیتھی کا کردار سب سے زیادہ موثر ہے لہذا اکثر ماہرین ٹیلی پیتھی کو ایک میڈیم کی حیثیت سے استعمال کرتے ہیں اور اس سے کام لے کر افراد کو سرائز یا پٹانوم کرتے ہیں۔ مگر اس کا ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ معمول خود ذاتی طور پر عامل کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتا ہے جس کے نتائج بعض صورتوں میں خراب بھی ہو سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں عام افراد کو ٹیلی پیتھی کے اس استعمال سے روکتا ہوں۔ میرا مشورہ ہے کہ جب تک آپ کو مسریم اور پٹانوم کی عملی معلومات حاصل نہیں ہو جائیں حتیٰ الامکان ٹیلی پیتھی کو ان مقاصد میں استعمال کرنے سے گریز کریں۔

یہاں میں یہ بتا دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ روحانیت کے ارتقاء کے لیے بڑھتے ہوئے دائرے کی تکنیک ایک ایسا عمل ہے جسے پٹانوم اور مسریم کے طریقوں کا مشترکہ استعمال کہا جاسکتا ہے جب متعدد افراد مل جل کر روحانیت کے لئے کام کریں تو ان کے اجتماع کو ”پول“ کہا جاتا ہے اس طرح

نتیجہ اخذ کرنا آسان ہو جاتا ہے یعنی وہ بات جو اکثریت پر اثر انداز ہوتی ہے تجربے کا نتیجہ ہے البتہ اگر ماہرین روحانیت یہ دعویٰ کریں کہ اس طرح کے تجربات اس لئے مکمل نظر ہیں کہ اس گروپ کی انفرادی روحانی قوتیں نتائج پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہوتی ہیں۔ تو یہ ایک ایسا سوال ہے جو اس کتاب کے موضوع اور اس کے دائرہ کار سے باہر ہے۔

نشہ آور ادویہ کا استعمال

ثبلی پنتھی کی حساسیت میں اضافہ کرنے کا ایک طریقہ ادویہ کا استعمال بھی ہے۔ انسانی تاریخ کی ابتدا سے تقریباً ہر دور میں ایسی نشہ آور ادویہ یہ یا محلول کا رواج رہا ہے جو کسی نہ کسی شکل میں آج تک قائم ہے اکثر ماہرین اپنے معمول پر ایک مخصوص کیفیت طاری کرنے کے لئے بعض دوائیں استعمال کراتے ہیں اکثر یہ تجربات کامیاب رہتے ہیں مگر کبھی کبھی ان کے فحشی اثرات کا سامنا بھی کرنا پڑ جاتا ہے۔ ان ادویہ کے اثرات اکثر بے قاعدہ اور بے ضابطہ پڑتے ہیں اور اکثر معمول کا ذہن کام کرنے سے انکار کر دیتا ہے یا اس کی ان چاہی صلاحیتیں بیدار ہو جاتی ہیں اس لئے اپنے شاگردوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ روحانیت میں "شارٹ کٹ" کے استعمال سے پرہیز کریں اور کسی قسم کے مقصد کے لئے بھی ہر قسم کی نشہ آور دوا کے استعمال سے گریز کریں، آئے دن میرا واسطہ ان افراد سے پڑتا ہے جو ان ادویہ کے استعمال کے عادی ہوتے ہیں اور اب اس سے چھٹکارا پانے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔

خواب میں ثبلی پنتھی

اب ہم ایک اور میڈیم کو زیر بحث لاتے ہیں جس کے ذریعے ثبلی پنتھی کے تاثرات موصول ہوتے ہیں اور یہ میڈیم خواب کے تصورات پر مشتمل ہے خواب میں ثبلی پنتھی کے وقوع پر بہت زیادہ تحقیقی کام ہو چکا ہے حالت خواب میں بھی ثبلی پنتھی کا وہی طریقہ عمل میں لایا جاتا ہے جو کہ حالت بیداری میں مگر اس کی شکل ذرا بدلی ہوئی ہوتی ہے عامل کو اپنا طریقہ کار تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں ہے مگر معمول کو اپنے طریقہ کار میں تبدیل لانی ہوگی اسے یہ تصور کرنا ہوگا کہ بعض عکس اور تاثرات اس کی نیند کے دوران اس تک پہنچیں گے اور اس کے خواب کی صورت میں متعکس ہو جائیں گے۔ جدید نفسیات نے ان خوابوں کی تہوں اور اس کام کے بارے میں ہمیں بہت کچھ بتایا ہے ان کا کہنا ہے کہ دوسری باتوں کے علاوہ ہمیں وہ باتیں بھی خواب میں نظر آتی ہیں جو ہمارے لاشعور میں گردش کرتی رہتی ہیں مگر حالت بیداری میں ہمارا شعور ان پر حاوی رہتا ہے اور انہیں ہر دفعہ ظاہر ہونے سے روکتا ہے مگر حالت نیند میں جب کہ ہم پر شعوری نیند مسلط ہوتی ہے ہمارا لاشعور کام میں مصروف رہتا ہے اور خواب میں وہ باتیں بھی ظاہر کرتا ہے جس کو حالت بیداری میں ظاہر نہیں کر سکتا عام طور پر لاشعور اپنی کیفیت جس قارم میں ظاہر کرتا ہے وہ عارضی ہوتی ہے اور یہ خواب کی علامات ہی ہوتی ہیں جو ہماری لاشعوری حرکات اور ان کی قوت کی

فمازی کرتی ہیں۔

اور اس طرح خواب کی تعبیر کا ایک مستبر طریقہ یا سائنس وجود میں آ گئی ہے جسے سب سے پہلے مشہور ماہر نفسیات سگمنڈ فرائڈ اور اس کے قابل شاگرد جگ نے متعارف کرایا۔ فرائڈ کے نزدیک خواب کا سب سے بڑا محرک جنس ہے۔ اگرچہ فرائڈ کا نظریہ جنس اپنے ہم عصر عطاء کے مقابلے میں بے حد وسیع اور آزادانہ تھا تاہم اس کی بنیاد اس قدر ٹھوس ہے کہ فی زمانہ اسے رد کیا جانا آسان نہیں و کنوڑیہ کے عہد میں زمانے کی تنگ نظری نے اس کی بے حد مخالفت کی مگر آج اس کی تصوری کو قبول عام کا درجہ حاصل ہے۔ بعد میں جنگ نے جواس کا شاگرد تھا اس کے مقابلے میں سیکس کی زیادہ بہتر تریف کی اور اسے معنوی اعتبار سے محیط کر دیا۔

ثبلی پیٹھی اور دوسرے مظاہر فطرت

جب ماہرین نفسیات خوابوں کے تجزیے کا طریقہ اپناتے ہیں تو انہیں پتہ چلتا ہے کہ شبیہوں اور خیالات کے سیلاب کے درمیان جو کہ دراصل لاشعور کی کارفرمایاں ہوتی ہیں ایسی شبیہیں اور تاثرات بھی موجود ہیں جن کا دوسروں سے کوئی تعلق نہیں ہے اور حالانکہ ماہرین انہیں کہیں کہیں فٹ کرنے کی ہر توڑ کوشش کرتے ہیں مگر بعض مفرد خیالات ایسے ضرور بچ رہتے ہیں جو باقی خواب کی تصاویر سے ہم آہنگ نہیں ہونے پاتے۔ متعدد صورتوں میں یہ تاثرات بعض ایسے افراد سے مربوط پائے گئے ہیں جو ان سے جذباتی تعلق رکھتے ہیں اور اکثر

ان ہی کی لاشعوری خواہشیں ہوتی ہیں جو خواب دیکھنے والے کو حالت نیند میں گھیر لیتی ہیں اور اس کے لاشعور میں سے گزر کر خواب کے میڈیم کے ذریعے ظاہر ہوتی ہیں۔

اس کلیہ کو مزید نظر رکھ کر بعض یقینی تجربات ایسے کئے گئے ہیں جس میں ایک شخص نے عامل کی حیثیت سے تصاویر اور خیالات ایک مختصر خواب معمول کی طرف ارسال کئے اور پھر اس بات کے مثبت ثبوت دستیاب ہوئے کہ یہ ٹیلی پتھی کے پیغامات سوتے ہوئے معمول کو اس کے خواب میں نظر آئے۔ گوکہ اس کی تشکیل تجربی صورتوں میں بدل گئی تھی مگر ان کا تاثر اس پیغام کے سوا کچھ نہ تھا جو کہ بالا راہہ بھیجا گیا تھا اکثر صورتوں میں معمول کو یہ باتیں جاننے کے بعد بھی یاد رہیں اور جب اس نے اپنے خواب دہرائے تو انہیں اس پیغام سے متاثر مل پایا گیا لیکن اگر اپنے اطراف موجود اشخاص سے اسی طرح متاثر ہوتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ ہمارے ذہنوں پر بیک وقت مختلف خیالات افراد کی اجتماعی فکریں حملہ آور ہوتی ہیں؟ یہ ایک دلچسپ سوال ہے جس کا تفصیلی جواب اس کتاب کی بباط سے باہر ہے تاہم ایک سرسری بحث دلچسپی سے خالی نہ ہوگی۔ یہ بات ہم سب کے مشاہدے میں ہے اور یقیناً آپ بھی اس سے دوچار ہوئے ہوں گے کہ اکثر بعض افراد کے بارے میں ہمارا پہلا تاثر صحیح ثابت ہوتا ہے یا ہم انہیں سمجھنے میں غلطی نہیں کرتے اسی طرح اکثر بعض افراد کو خود سے متعلق دیکھ کر حیران ہو جاتے ہیں اس کے علاوہ یہاں مرحوم ایڈیٹر گیس کا ذکر ہے بل نہ ہوگا جس کے تجربات کے دوران اس کا واسطہ

بعض ایسے افراد کے خیالات اور پیغامات سے پڑا۔ جنہیں اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا دوسرے لفظوں میں اس کا ذہنی رابطہ ایسے افراد سے قائم ہو گیا تھا جن کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتا تھا۔

پودوں پر ٹیلی پیتھی کے اثرات

کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم روحانی طور پر صرف بنی نوع انسان سے شملک ہونے کے بجائے کہہ ارض پر پائی جانے والی ہر زندہ شے سے شملک ہوں؟ کیوں نہیں ہو سکتا جب کہ اکثر تجربات اس کا جواب اثبات میں دیتے ہیں! یہاں کچھ حالیہ تجربات کا ذکر ضروری ہے جو پودوں پر کئے گئے تھے اور جن سے یہ ثابت ہوا کہ پودے بھی اپنے ارد گرد پائے جانے والے خیالات اور افکار سے متاثر ہوتے ہیں۔ بعض تجربات میں عامل نے یہ ذہنی تاثر دیا کہ وہ پودے کو جلانے جا رہا ہے اور جب پودے سے ایک آد لہکڑا اس کی کیفیات ٹوٹ کی گئیں تو یہ پودہ چلا کہ پودے پر بھی اس خبر کے وہی اثرات مرتب ہوئے ہیں جو کسی شخص سے متوقع کئے جاسکتے ہیں جس طرح کسی آدمی پر آپ کے اس ارادے کا اثر اچھا نہیں پڑے گا۔ اور اس کا دوران خون تیز ہو جائے گا بالکل اسی طرح پودے پر مختلف طرح کے دباؤ اور کھینچاؤ وغیرہ ٹوٹ کئے گئے یہاں بحر فطرت کے اس دعویٰ کی توثیق ہوتی ہے کہ تمام مظاہر فطرت ایک اکائی کا مانند ہیں یا یہ سب ایک ہی ذات کا پرتو ہیں اسی طرح ہمارے ان تجربات سے صوفیائے کرام کے فلسفہ جزو کل کی توثیق ہوتی ہے یعنی ایک شے جو ہم دیکھتے ہیں اپنا انفرادی وجود نہیں رکھتی بلکہ کسی نہ کسی طرح ایک عظیم تر شے سے

شملک ہیں اور اسی کا ایک حصہ ہے۔

پراسرار علوم کے ماہرین اور ساحر حضرات ہمیشہ سے اس بات کے مدعی ہیں کہ آفاقی روشنی موجود ہے جو خیالات اور احساسات و جذبات سے عبارت ہے اور جس نے پوری دنیا کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے بلکہ اس پورے نظام سے بھی پرے اپنا وجود رکھتی ہے اس طرح اس لطیف فضا میں زندگیاں وجود میں آتی ہیں اور حرکت کرتی ہیں اور دنیا پر مسلط نورانی فضا دنیا میں پائی جانے والی زندگیوں کے درمیان رابطے کا کام کرتی ہے یہاں تک کہ نام نہاد مردہ توانائیاں بھی کہہ ارض پر پائی جانے والی زندگی کی اس عظیم تر اکائی سے الگ وجود نہیں رکھیں شاید اس لئے ساحرین کا دعویٰ ہے کہ نورانی فضا کا یہ خط ایک ایسا علاقہ ہے جہاں مابعد الطبیعیاتی توانائیاں کا سراغ لگایا جاسکتا ہے اسی طرح ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ یہ توانائیاں کہہ ارض پائی جانے والی زندگیوں پر کئی طریقوں سے اثر انداز بھی ہوتی ہیں۔

چنانچہ ہم مابعد الطبیعیاتی توانائیوں کے خزانے کے منہ پر کھڑے ہیں اور چاہیں تو صدیوں کے آزمودہ نسخے کو روئے کار لاتے ہوئے ان میں سے بیشتر کو اپنا اسیر کر سکتے ہیں۔ اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ بعض افراد روحانی تکنیکوں سے بے خبر رہتے ہیں اتفاقیہ طور پر ان قوتوں سے رابطہ قائم کر لیتے ہیں ان سے کام لیتے ہیں یا نقصان اٹھاتے ہیں ان میں سے اکثر توانائیاں، شفا بخش قوتوں کے نام سے موسوم ہیں اور اکثر افراد ان کو مختلف بیماریوں اور کمزوری سے شفا پانے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ شفا ایک ایسا پیچیدہ موضوع ہے کہ اس پر صرف مختاط

تجربات ہی ہو سکتے ہیں مگر ہم نے اس موضوع کو یہاں اس لئے چھیڑا ہے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ تمام شفا بخش توانائیوں میں ٹیلی پتھی ایک لازمی عنصر ہے۔

خفیل شدہ توانائی

ایک مابعد الطبیعیاتی کانفرنس میں ایک ڈاکٹر نے ایک تصویر پیش کی جو اس کے ذاتی تجربات اور مشاہدات پر مبنی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ اکثر مابعد الطبیعیاتی شفا بخش قوتیں اس لئے رو بہ عمل آتی ہیں کہ وہ حامل کے ذریعے مریض کے جسم تک خفیل ہوتی ہیں اور ٹیلی پتھی ان توانائیوں کی خفیل میں میڈیم کا کام کرتی ہے۔ اس سلسلے میں غیر موجودہ چارہ گری ایک اچھی مثال کہی جاسکتی ہے جسے اکثر چارہ گرا استعمال کرتے ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ اس طرح جسم کی قدرتی شفا بخش قوتیں موصول شدہ قوتوں سے مل جاتی ہیں اور ان کے اشتراک سے اچھے اثرات جنم لیتے ہیں جو مریض کو جلد شفا بخش دیتے ہیں۔

بعض چارہ گرا اس بات پر زور دیتے ہیں کہ یہ توانائی مابعد الطبیعیاتی توانائیوں کو ایک ترتیب میں لانے سے جنم لیتی ہے۔ جب کہ دوسروں کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ قوت انہیں اللہ کی طرف سے ودیعت ہوئی ہے اور دراصل یہ خدائی قوت ہے جو ان کے ذریعے مریض کے جسم تک خفیل ہو رہی ہے جہاں تک اس دعویٰ کا تعلق ہے کہ تمام قوتیں مضائب اللہ ہیں دونوں مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے حضرات، انسان ہیں لہذا دونوں ہی اپنے اس موقف پر ڈٹے ہیں کہ صرف ان کے پاس ہے اور دوسروں کا دعویٰ جھوٹا اور باطل ہے۔ بہر حال اس

منازعہ مسئلہ سے قطع نظر کہ ان میں سے کون حق پر ہے اور کون ناحق پر ہے ایک ایسا مکتبہ فکر بھی موجود ہے جو دونوں مکاتب فکر کی توثیق کرتا ہے اور دونوں کے طریقہ ہائے علاج کو درست مانتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہاں اس کا تذکرہ بھی ضروری ہے کہ شفا بخش توانائیوں کے لئے لازمی نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ ہی ٹیلی پتھی کی لہروں پر سفر کریں۔ ان کے علاوہ بھی وہ دوسرے طریقوں سے موثر ثابت ہو سکتی ہیں۔

ابھی ہم نے جسم کی قدرتی شفا بخش قوتوں کا تذکرہ کیا تھا۔ یہ پوشیدہ قوت ہمیشہ جسم کو صحت مند رکھنے کے لئے سرگرم عمل رہتی ہیں۔ عظیم تر قوتوں کی حامل ہے اور ایسے جسمانی اثرات مرتب کر سکتی ہے جنہیں معجزوں سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ لہذا یہاں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ ٹیلی پتھی کی ہی تحریک ہوتی ہے جو دراصل ان پوشیدہ قوتوں کو چمکاتی ہے جن سے آدمی صحت یاب ہوتا ہے۔ یہاں پھر اس خدائی قوت کا قائل ہونا پڑتا ہے جس نے ان خفیل قوتوں کی تخلیق کی جن سے آدمی کام لے کر معجزاتی مظاہرہ کرتا ہے کچھ عجیب نہیں کہ خود اندرونی قوت بھی اپنی صلاحیتوں کے لئے بیرونی فضا میں پائی جانے والی نورانی فضا کی معاون منت ہو۔

روحانی موجودات

میں پہلے بتا چکا ہوں کہ بعض چارہ گرا اس بات کے مدعی ہیں کہ انہیں مابعد الطبیعیاتی موجودات یا دوسرے لفظوں میں موکلوں کی خدمات حاصل ہیں جن

کی مدد سے وہ شفا بخشی کا کام کرتے ہیں اس طرح دوسروں کا دعویٰ ہے کہ انہیں بھی اپنے کام سر انجام دینے کے لئے پراسرار قوتوں کی تائید اور مدد حاصل ہے۔ اکثر حساس افراد ان عاملین کے زیر علاج ہوتے ہیں جو محسوس کرتے ہیں کہ عامل ان کے بہت قریب ان کے سر ہانے موجود ہے جب کہ حقیقت یہ ہوتی ہے کہ عامل ان سے بہت دور ہوتا ہے اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کی عقلی قوتوں کو جگانے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے اس کے علاوہ بھی بے شمار مشاہدات ایسے ہی آ کرے ریکارڈ سے دستیاب ہو جائیں گے جن سے روحانی موجودات کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح روحانی فضا کی موجودگی ثابت ہے اسی طرح یہ بات بھی اب پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ ہم اپنے حقیقی جسم کے ساتھ ایک روحانی وجود بھی رکھتے ہیں جو اکثر ہم سے الگ بھی ہو جاتا ہے ماہرین روحانیت اس پر قہر دست رکھتے ہیں کہ وہ جب چاہیں اپنی جسمانی روح کو جسم حقیقی سے علیحدہ کر کے کسی کام کی تکمیل کے لئے جہاں چاہیں بھیج سکتے ہیں۔

ایک مشہور روحانی، معالج ہیری ایڈورڈ اس جگہ سے میلوں دور دیکھا گیا ہے جہاں اس کا جسم حقیقی موجود تھا۔ ایسی ہی بعض مثالیں مذہبی کتب میں دستیاب ہیں۔ مثلاً حضرت عیسیٰ کو بھی ضرورت مندوں کے علاج کے سلسلے میں اسی طرح ایک ہی وقت میں دو مختلف جگہوں پر دیکھا گیا ہے۔ اس طرح بعض مریضوں کی ان آراء کا اظہار ضروری ہے کہ جب وہ کسی روحانی معالج کے زیر علاج تھے تو یہ صرف یہ کہ انہیں معالج کے جسم روحانی سے واسطہ پڑا تھا۔ بلکہ ان کے خیال میں انہوں نے بعض ایسے روحانی اجسام بھی دیکھے ہیں جو معالج

کے مددگار کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔

نبیلی پیتھی کے خیالات کی شکلیں

ایسے خواتین و حضرات کی کمی نہیں ہے جو ٹیلی پیتھی پر کام کرتے ہیں اور اس سلسلے میں قطعی فکر نہیں کرتے کہ ٹیلی پیتھی کی ماہیت اور اس کی مختلف تصویروں کیا ہیں۔ ان کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ٹیلی پیتھی کام کرتی ہے جب کہ ایسے افراد بھی موجود ہیں جو یہ جاننے کے خواہش مند ہیں کہ یہ کیسے کیسے طرح کام کرتی ہے موخر الذکر افراد کے لئے تحقیق کا وسیع میدان موجود ہے۔ مثال کے طور پر یہ سوال کہ خیالات کی شکلیں کیا ہیں؟ جیسے عام ٹیلی پیتھی میں خیالات اندرونی سطح پر جنم لیتے ہیں اور سرخز ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ خیالات بھی اپنی مختلف شکلیں رکھتے ہیں اور اپنی نوعیت میں سے کسی شے یا شخص سے منسلک ہو سکتے ہیں۔ ایک دفعہ مجھے ایک روحانی طور پر حساس خاتون سے ملاقات کا اتفاق ہوا۔ اس وقت وہ ایک مجمع میں موجود افراد کی خصوصیات بیان کر رہی تھی۔ ایک دوسری عورت کے بارے میں جب اس نے بہت تفصیل سے بات کی تو میں نے اس کی توجہ ایک شخص کی طرف مبذول کرانی جس کے خدو خال عام افراد سے مختلف تھے۔ جب اس خاتون سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ وہ اسے جانتی ہے کہ اس نے کہا کیوں نہیں میں اس کو ابھی طرح جانتی ہوں یہ ایک ناول کا مرکزی کردار ہے جو میں لکھ رہی ہوں۔ میں نے اپنے ذہن میں اس کردار کی تشکیل کے لئے بہت وقت صرف کیا ہے اس مثال کے مطابق

ہمارے ذہنوں میں جو اورائی خیالات جنم لیتے ہیں وہ درحقیقت اپنی فارم میں اورائی نہیں ہوتے بلکہ یہ دنیاوی اجسام ہی میں جو اپنی ماہیت بدل لیتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے عام طبعی حواس بھی ایک بنیادی جس "لمس" کی بدلی ہوئی شکلیں ہیں روحانی علوم میں ہمارا خیال ہے کہ ٹیلی پیتھی بھی بنیادی حیثیت رکھتی ہے اور باقی علوم اس کی ترقی یافتہ شکلیں ہیں۔

ابھی ہم نے کہا تھا کہ خیالات کی شکلوں کو اشیا اور افراد سے منسلک کیا جاسکتا ہے اور جن اشیا کے ساتھ "خیالات" منسلک ہوتے ہیں ان کو دنیا کے تقریباً تمام مذاہب میں مقدس گردانا جاتا ہے۔ ان اشیا کے مقدس ہونے کے ناطے ان سے یہ عقیدہ منسلک ہوتا ہے کہ وہ جس سے چھو جائیں اس پر آسانی رحمتیں نازل ہوتی ہیں یا وہ بلاؤں سے محفوظ ہو جاتا ہے یہاں مثالوں کی ضرورت نہیں۔ آپ کو دنیا کے ہر عقیدے میں اس کی مثالیں مل جائیں گی۔ یہ اشیا دراصل تو انبیاء کا منبع ہوتی ہیں جو ان اشیا کے لمس کے ذریعے دوسروں تک منتقل ہوتی ہیں۔ اس طرح بعض ایسے افراد بھی مقدس خیال کئے جاتے ہیں جو مقدس شے کا استعمال کرتے رہے ہوں۔ چنانچہ جو لوگ ان سے منسلک ہوتے ہیں فیض پاتے ہیں۔

بولتی ہوئی روح

یہ ایک اور طریقہ ہے جس کے ذریعے خیالات طبعی اجسام پر اثر انداز ہوتے ہیں اور جسے بعد میں بہت شہرت ملی ہے ذہنی دباؤ کی اکثر صورتوں میں

یہ محسوس کیا گیا ہے کہ کبھی کبھی خفی تو انبیاء جزوی طور پر بھی ظاہر ہو جاتی ہیں۔ یہ چیز غالباً ان کم عمر لڑکوں میں زیادہ تیزی سے ظاہر ہوتی ہیں جو جن بلوغت میں قدم رکھ رہے ہوں۔ ان دنوں چونکہ وہ زیادہ حساس ہوتے ہیں لہذا بیرونی خیالات اور جذبات و احساسات کو زیادہ محسوس کرتے ہیں جو کہ ان دنوں ان کی مخصوص چال و حال اور شور و غیرہ کرنے کی عادت سے ظاہر ہوتی ہے اس کو ہم بولتی ہوئی روح کا مظہر کہہ سکتے ہیں جو افراد ایسے نوجوانوں کے قریب رہے ہوں وہ جانتے ہیں کہ ان کا قریب بہت تکلیف دہ ہوتا ہے وہ ہر لمحہ اپنے آپ کو منوانے کی فکر میں مبتلا رہتے ہیں البتہ اگر نفسیاتی طور پر ان کی مدد کی جائے تو ان میں سے بیشتر کے راہ راست پر آنے کے امکانات ہو جاتے ہیں میں نے خود اس طرح کے درجنوں کیسوں کا مشاہدہ کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اگر ایسے نوجوانوں سے ہمدردی کا رویہ رکھا جائے تو اکثر اس کے مفید نتائج نکلتے ہیں۔ اگرچہ اکثر مثالیں اس کے برعکس بھی پائی گئی ہیں۔ اکثر صورتوں میں یہ بھی ہوا ہے کہ عموماً جدا پائے گئے مثلاً شعوری اور لاشعوری ٹیلی پیتھی کے اثرات جو کہ روحانی دنیا سے اثر انداز ہو رہے ہوں۔ نیز دوسرے ذہنوں کا ذہنی ظہار بھی کسی بہن کی پراگندگی کا باعث بن سکتا ہے البتہ جب نوجوانوں کے ذہنوں کو کھنگالا گیا تو پتہ چلا کہ ان کے اذہان نہ صرف دنیاوی اشیا سے متاثر ہوئے ہیں بلکہ انہیں بیرونی اثرات کی زد میں بھی پایا گیا۔ ان میں سے بعض نوجوانوں کے اذہان اس قدر حساس تھے کہ وہ مردوں کی ارواح کی زد میں آ گئے تھے جن میں سے اکثر بظاہر غیر انسانی وجود

رکھتی تھیں۔ البتہ جہاں تک انسانی روجوں کا تعلق ہے میری رائے ہے کہ اس سلسلے میں بالکل مناسب رویہ رکھا جائے اور اس مخلصانہ خواہش کے ساتھ ان کے معمولات میں دخل دیا جائے کہ انہیں اس کی موجودہ حالت سے نجات دلائی جائے گی اور مخلصانہ خواہش ٹیلی پتھی کے اس جال کو توڑنے کے لئے بہت کافی ہے جس میں کہ یہ ارواح ابھی ہوئی ہیں۔

جنتر منتر

جنتر منتر اور اس کی افادیت کا سوال بہت پیچیدہ ہے۔ اگرچہ اس پر زمانہ قبل از تاریخ سے عمل ہو رہا ہے مگر نئی زمانہ انتھکین چرچ میں راہبوں کی بڑھتی ہوئی تعداد اور اسی طرح پریستوں کے یہاں مبلغین کی فوج ظفر موج یقیناً دلچسپی کا باعث ہے جو بجائے تبلیغ کے کام میں دلچسپی لینے کے جھاڑ پھونک اور جنتر منتر کا کام اپنائے ہوئے ہیں۔ جھاڑ پھونک کے اثرات اپنی جگہ مگر یہ لوگ جس طرح اس کے مدعی ہیں وہ بہر حال مشکوک ہے ماہرین روحانیت کے جھاڑ پھونک کے اپنے طریقے ہوتے ہیں جو اتنے ہی موثر ہوتے ہیں جتنے کہ راہبوں کے۔ اگر کبھی ایسا ممکن ہو جائے کہ ان دو مختلف مکاتب ہائے فکر کے افراد مل کر کام کریں تو اس کے نتائج یقیناً اچھے نکل سکتے ہیں۔

ہم نے یہاں تک ٹیلی پتھی کا جو مطالعہ کیا ہے وہ درحقیقت بہت سرسری ہے اور قاری کو صرف یہ بتاتا ہے کہ ٹیلی پتھی کیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے یہ موضوع دراصل اپنی نوعیت میں بہت وسیع اور عمیق ہے اور یہ مختصر کتاب اس کی

مختصر نہیں ہو سکتی تھی کہ اس میں مختصر معلومات فراہم کرنے کے علاوہ بھی کچھ بیان کیا جاسکے تاہم یہ کوشش کی گئی ہے کہ اس موضوع پر موجود ان تمام ضروری اور مفید معلومات سے قارئین کو آشنا کر دیا جائے جو ان کے آئندہ مطالعے اور تجربات میں معاون ثابت ہو سکیں۔ غالباً آخر میں یہاں یہ خاکہ پیش کر دیا جائے کہ اس موضوع پر کس قسم کی تحقیق مفید ثابت ہو سکتی ہے یہ تو قارئین کی خاصی رہنمائی کرے گا۔

ہم سب کسی نہ کسی حد تک روحانی معاملات میں تنگ نظر واقع ہوئے ہیں ہم خود کو منفرد اور مفرد ستیاں خیال کرتے ہیں۔ یہ ایک لحاظ سے تو درست ہے۔ مگر درحقیقت یکسر غلط ہے ہم بظاہر ایک دوسرے سے الگ نظر آتے ہیں مگر یہ علیحدگی ایک فریب کے سوا کچھ نہیں ہے اپنی اپنی فہمیتوں سے پرے ہم اپنا سچا وجود دریافت کر سکتے ہیں جو کہ اس سرخنی کا ناکہ تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ صرف اس کا مادی رخ ہے جس سے ہم واقف ہیں۔ اب جب کہ مختلف افراد میں مختلف قوتوں کا سراغ مل چکا ہے ہم کبھی اپنی روح میں جھانکنے کا موقع ملا ہے اور جب ہی ہمیں پتہ چلا کہ ہمارا علیحدہ وجود فریب نظر ہے اور درحقیقت ہم سب کی ایک وحدت کا حصہ ہیں۔ ہمارا علیحدہ وجود لاکھوں سال کی مابیت قلب کا نتیجہ ہے جس نے ہمیں ایک دوسرے سے الگ کر کے خالوں میں بانٹ دیا ہے بہر حال شخصیت کی نقاب کے پیچھے ہمارا حقیقی وجود ہے جو زندہ اور متحرک ہے اور جس کے بارے میں ہمارا ظاہری وجود بہت کم علم رکھتا ہے ہم اس کی بابت صرف اس وقت کچھ جانتے ہیں جب ہم اپنے لاشعور میں سے ہو کر اپنی روح کا

سفر کرتے ہیں۔

ہمارے خیالات دراصل حقیقی خیالات کا عکس ہوتے ہیں۔ حقیقی خیالات کی دنیا قطعی الگ ہوتی ہے مگر ہم وقتاً فوقتاً ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس دنیا سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں اس کے لئے ہمیں وقتی طور پر خود کو مادی دنیا کی پابندیوں اور کشائش سے آزاد کرانا پڑتا ہے۔

شمع بنی کی یوگا تکنیک

یوگا میں بھی شمع بنی اسی طرح کی جاتی ہے جس طرح ٹیلی پیتھی کا عمل شروع کرنے کے لئے کی جاتی ہے لیکن اس میں چند ایک ترامیم کی گئی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

- 1۔ ٹیلی پیتھی میں شمع بنی کے دوران کرسی پر بیٹھنے کی اجازت دی گئی ہے لیکن یوگا میں شمع بنی کے دوران زمین پر بیٹھنا ضروری ہے۔
- 2۔ ٹیلی پیتھی کے ماہرین نے بیٹھنے کا کوئی خاص انداز نہیں بتایا لیکن یوگا میں ٹیلی پیتھی کے دوران ایک مخصوص آسن اپنانا ضروری ہے۔
- 3۔ تیسرا اور اہم فرق یہ ہے کہ ٹیلی پیتھی میں شمع کی لوپک جھپکائے بغیر دیکھا ضروری ہے لیکن یوگا میں ایسا نہیں ہے یوگا میں شمع بنی کی مشق کے دوران ہم پلکیں جھپکا سکتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ توجہ قائم رہے۔

یوگا میں شمع بنی کی مشق کو دو حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے پہلے دو منٹ تک شمع گھورتا ضروری ہے بعد میں دو منٹ تک آنکھیں بند کر لیں اور پھر شمع کی جلتی

ہوئی لو کو اپنے ذہن میں قائم رکھنے کی کوشش کریں اور اس کے بعد باقاعدہ مشق کی ابتداء کریں مشق کو شروع کرنے سے پہلے ایک عدد شمع جلا کر 3۔5 فٹ کے قلم پر رکھ دیں اور اس کے بعد یوگا کی کنول بیٹھک (Lotus Posture) کے انداز میں بیٹھ جائیں اور شمع کو گھورتا شروع کریں شمع کو بالکل فطری انداز میں گھورتے رہیں اور آنکھوں پر بالکل زور نہ ڈالیں یعنی جب ضرورت محسوس ہوا آنکھیں جھپک لیں اس کے بعد شمع کی لو کی ہر حرکت کا توجہ انہماک سے مشاہدہ شروع کر دیں (یہ مشاہدہ تقریباً 3 سیکنڈ تک کریں) اب 30 سیکنڈ تک شمع کے شعلے کے اندر جھانک کر گھور کر دیکھیں اور شمع کے شعلے میں پیدا ہونے والے مختلف رنگوں کا مشاہدہ کریں ان رنگوں کو اس طرح توجہ سے دیکھیں کہ تمام رنگ دماغ کے اندر مارتے ہوئے محسوس کریں اب آہستہ آہستہ آنکھیں بند کر دیں اور دونوں ہاتھوں کی پتھیلیاں آنکھوں پر رکھ لیں۔ آنکھیں بدستور بند رکھیں لیکن شمع کی لو کا عکس ذہن میں قائم رکھیں بالکل اسی طرح کہ شمع آپ کے ذہن کے اندر روشن ہے شمع کی لو کی خصوصیات اور رنگوں میں تبدیلی کا مشاہدہ 30 سیکنڈ تک کریں اگر اس دوران شمع کی لو تصور سے غائب ہو جائے تو قوت ارادی کو استعمال میں لاتے ہوئے اس تصور کو واپس لائیں جب آپ کے ذہن میں اس کا تصور دھندلا ہونے لگے تو اس وقت بھی وقتی تصور میں اس کو گھورتے رہیں اور اس کی ہار یک اور لطیف تبدیلیوں کا مشاہدہ کریں اس کے بعد آہستہ آہستہ اپنے ہاتھ آنکھوں سے ہٹا کر گھٹاؤں پر رکھ لیں اور آنکھوں کو حل دیں۔ اس مشق کو حسب ضرورت جتنی بار آپ چاہیں دہرا سکتے ہیں کچھ ہی

عرسے کی مشق کے بعد آپ جتنی دیر چاہیں گے شمع کی لوہند آنکھوں کے باوجود آپ کے ذہن میں قائم اور روشن رہے گی اور آپ جتنی یکسوئی محسوس کریں گے۔

شمع بنی کرنے والے حضرات کے ذہن میں دو سوال اکثر آتے ہیں کہ شمع بنی کی مشق کس وقت کتنی دیر تک کرنی چاہئے جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کس وقت کی جائے تو ہر مشق کی مدد تاکید کی گئی ہے کہ شمع بنی کیلئے انتہائی پرسکون ماحول کا ہونا ضروری ہے یہ مشق رات کو بھی کی جاسکتی ہے اس کے وقت کا تعین اپنی آسانی کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کریں اس بات کا خیال رکھیں کہ مشق کے دوران کوئی بیرونی غلط واقعہ نہ ہو۔ اور یہ وقت ایسا ہو کہ آپ کا ذہن دن بھر کی مصروفیات سے نجات حاصل کر چکا ہو لیکن اتنی دیر میں بھی مشق نہ کریں کہ درمیان میں خنید آ جائے ہاں یہ بات ضروری ہے کہ مشق روزانہ ایک ہی وقت کریں۔ مثال کے طور پر اگر آپ نے گیارہ بجے کا وقت مقرر کیا ہے تو روزانہ گیارہ بجے ہی مشق کریں۔ اس طرح آپ کا ذہن مقررہ وقت پر خود بخود تیار ہونے کا عادی ہوتا چلا جائے گا اور مشق میں ایک نظم و ضبط قائم ہوگا۔

دوسرا سوال یہ کہ مشق کتنی دیر کرنی چاہئے۔ اس کے بارے میں عرض ہے کہ ہر مشق میں ماہرین نے الگ الگ مدت بتائی جاتی ہے آپ جس مشق کو بھی کریں اس کی مقررہ مدت کا خیال رکھیں مشق کا انتخاب خود کریں جو طریقہ آپ کو آسان معلوم ہو اس کو اپنائیں یہ بات ذہن میں رکھیں کہ آپ نے شمع بنی کی تمام مشقیں نہیں کرتی ہیں بلکہ کسی ایک کا انتخاب کرتا ہے اور پھر اس پر عمل کرتا

ہے۔ دوسرا یہ بھی ہے کہ شمع بنی کے ذریعہ توجہ کا ارتکاز حاصل کرنے کے لئے انسان خود بھی بہت کچھ کر سکتا ہے جو شخص اس پر کامل یقین رکھتا ہے اور اس میں مستقل مزاجی بھی موجود ہے اور وہ باہمت و نوجوان ہے وہ جلد ہی اس میں کامیاب بھی ہو سکتا ہے بعض ایسے حضرات بھی موجود ہیں جو کئی برس سے مشق کر رہے ہیں لیکن ہنوز کامیاب نہیں ہوئے۔ اس مقصد میں وہ ہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جو پریشان حال اور بیمار وغیرہ نہ ہوں۔ اس لئے اس مقصد کے لئے مدت کی قید نہیں لگائی جاسکتی کہ کتنی مدت میں کامیابی حاصل ہوگی۔ دیکھنا یہ ہے کہ آپ کتنی دیر میں شمع بنی سے ارتکاز توجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں جس وقت آپ اپنے آپ کو ایک نکتے پر لانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو سمجھ لیں کہ آپ نے اپنا پہلا قدم کامیابی سے اٹھایا ہے اور اس کے بعد دوسری مشق کرنے کی کوشش کریں اور آہستہ آہستہ مسلسل قدم آگے کی طرف بڑھاتے چلے جائیں۔ انشاء اللہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ آپ فنی طاقتوں کے مالک بن جائیں گے لیکن اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مسلسل محنت اور مشق کی ضرورت ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص ترقی کرتے کرتے دس منٹ سے لے کر 12 منٹ تک شمع کی لو کو کامیابی سے گھورتا شروع کر دیتا ہے تو اگلے ہی روز ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ شمع کو 2 منٹ سے لے کر 3 منٹ تک بمشکل بخور دیکھ سکتا ہے اور اس کے بعد اس کی آنکھوں سے پانی نکلتا شروع ہو جاتا ہے اور وہ پلکیں جھپکاتے پر مجبور ہو جاتا ہے لیکن اس حالت میں مایوس نہیں ہونا چاہئے یہ حالت صرف عارضی طور پر ہوتی ہے اور چند ہی

دنوں میں انسان پھر اپنی روٹین کے مطابق شمع بک کرنے کے قابل ہو جاتا ہے
اکثر و بیشتر لوگوں میں ارتکا زتوجہ 3 منٹ سے لے کر 30 منٹ تک کے عزم میں
حاصل ہو جاتی ہے یعنی اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے 30 منٹ تک پریکٹس
کی جاسکتی ہے۔ اور عموماً مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

ثیلی پیتھی اور یوگا

یوگا کے لفظی معنی ہم آہنگی کے ہیں اور اس سائنس کا نقطہ نظر یہ ہے کہ
انسان میں متناطسی قوتیں موجود ہیں جنہیں بیدار کر لیا جائے تو ذہن اور جسم
میں مکمل ہم آہنگی پیدا کی جاسکتی ہے۔ ذہن کو ان پوشیدہ قوتوں کو بیدار کرنے
کے لئے ارتکا زتوجہ (Concentration) بہت ہی ضروری ہے۔ اپنی
مکمل ذہنی توجہ کو ایک جگہ مرکوز کرنے کے عمل کو ارتقا کہتے ہیں جو ہر روحانی عمل کا
ابتدائی سٹیج ہے۔ اس کیفیت کو اپنے اندر پیدا کر لینے کے بعد ذہن کی متناطسی
قوت آزاد ہو جاتی ہے اور مرتقا کہہ کرنے والے کو اس پر قابو حاصل ہو جاتا ہے
اور وہ اسے جس طرح چاہے استعمال کر سکتا ہے۔ یہ قوت جو انسان کے
لاشعور میں موجود ہوتی ہے مرتقا کہہ کر ذہن کو بیرونی ذہن میں آ جاتی ہے مشرقی
ماہرین کا حوالہ دیتے ہوئے میڈیٹر تحریر کرتا ہے کہ روحانی قوتوں کو بیدار کرنے کے
لئے مندرجہ ذیل چیزیں لازمی ہیں۔

1۔ ماضی، حال اور مستقبل کے بارے میں تمام معلومات۔

2۔ دوسروں کے خیالات پڑھنے کا علم۔

- 3۔ احساس کی کیفیت سے آزاد ہو کر غرضوں ہونے کا علم۔
- 4۔ حیات مادی کی طرح حیات روحانی کے بارے میں مکمل معلومات۔
- 5۔ اپنے ہر عمل کے انجام اور رد عمل کے بارے میں معلومات۔
- 6۔ تمام لوگوں کے ساتھ اچھے سلوک کی عادت پختہ ہو۔
- 7۔ مکمل صحت اور توانائی۔
- 8۔ تمام غیر مرئی اشیاء کے بارے میں معلومات۔
- 9۔ روح کے بارے میں علم اور بصیرت۔
- 10۔ دوسروں کے جسم میں داخل ہو کر اس کو اس طرح مجبور کرنے کا علم
جیسے وہ اپنا بدن ہو۔

11۔ انتہائی فاصلوں کی آوازوں کو سننے کا علم۔

12۔ ہر جگہ روحانی طور پر پہنچ جانے کا علم۔

13۔ خود کو انتہائی چھوٹا اور انتہائی بڑا بنانے کا علم۔

اس جائزے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مشرق آج سے سینکڑوں
سال قبل روحانی علوم میں اتنی ترقی کر چکا تھا اور آج مغرب انہیں علوم کو حاصل
کرنے کے لئے تجربے اور تحقیق کی منزل سے گزر رہا ہے۔ ثیلی پیتھی کے علم کو
سیکھنے کے لئے یوگا کی مشقیں بہت اہمیت رکھتی ہیں ایک مشہور کتاب ”یوگا ثیلی
پیتھی“ میں یوگا کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا گیا ہے کہ اس علم کا فلسفہ اور عمل
ہندوستان سے شروع ہوا۔

جب کوئی شخص اپنے ذہن کو صرف ایک مقصد پر مرکوز رکھے میں کامیاب

ہو جائے تو وہ یوگا سیکھنے کے لئے اس کے بعد آسن کے مرحلے میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے آپ شمع جلا کر رکھ لیں اور اس کے سامنے دوڑانو ہو کر بیٹھ جائیں اور پھر پوری توجہ کے ساتھ شمع کو گھورنا شروع کر دیں۔ توجہ ایک جگہ مرکوز ہونے سے پہلے مختلف رنگوں کی روشنی بھی کم اور کبھی زیادہ محسوس ہوگی۔ لیکن آپ مسلسل شمع کو گھورتے رہیں اس طرح آہستہ آہستہ آپ گرد و پیش سے بے خبر ہو جائیں گے۔ اور آپ کا ذہن مختلف خیالات سے خالی ہو جائے گا اور آہستہ آہستہ ذہنی یک سوئی پیدا ہوتی چلی جائے گی یہ مشق فطری ارتکاز توجہ (Visual Concentration) کہلاتی ہے اس کے لئے کسی مخصوص مدت کی قید نہیں ہے ابتداء میں دشواری ضرور ہوتی ہے لیکن بعد میں ذہنی یک سوئی پیدا ہو جاتی ہے اور آپ اس کے عادی ہوتے چلے جائیں گے۔

یوگا کی مشقوں کے دوران پرہیز، کردار کی پاکیزگی اور ذہنی ہیجان اور اشتعال پیدا کرنے والی مصروفیات سے بچاؤ بہت ضروری ہے۔ اس کے علاوہ ذہن بھی بہت ضروری ہے۔ آپ کا یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ مشق کے دوران مختلف مراحل سے گزرنا پڑتا ہے کبھی ذہن میں سنسناہٹ اور شور و غل سنائی دیتا ہے اور بعض اوقات خالی الذہنی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ ایسے وقت میں ضروری ہوتا ہے کہ آپ اپنے حسی ادراک پر قابو رکھیں اور ان کیفیات سے متاثر نہ ہوں۔ اپنی توجہ حقیقت پر مرکوز رکھیں یعنی صرف اس بات پر توجہ رکھیں کہ آپ شمع کو گھور رہے ہیں بعض اوقات اس مشق کے دوران خالی تصاویر بھی نظر آتی ہیں جو صرف فریب نظر ہوتا ہے اس لئے ان سے خوف زدہ نہیں

ہونا چاہئے۔ اس مشق کے دوران جو کچھ بھی نظر آتا ہے وہ آپ کے ذہن کے اندر پوشیدہ خیالات ہوتے ہیں جو توجہ اشعور سے نکل کر خیالی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور اکثر بہت بے نیاک ہوتے ہیں لیکن چونکہ ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اس لئے خوف زدہ نہیں ہونا چاہئے۔ یوگا کی مشقوں سے ذہن اور جسم پر کنٹرول حاصل کیا جاتا ہے وہ ٹیلی پتھی کے عمل میں بڑا مددگار ثابت ہوتا ہے لیکن واضح رہے کہ یہ مشقیں آسان نہیں ہیں اس لئے ماہرین یوگا کے علاوہ دوسری مشقیں اپنانے کو ترجیح دیتے ہیں۔

خیالات کی ماہیت

انسانی ذہن میں جو خیالات پیدا ہوتے ہیں وہ دو طرح کے ہوتے ہیں خیالات کی پہلی قسم وہ ہے جو آئندہ چل کر کوئی ٹھوس حقیقت بن جاتی ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو کبھی بھی ٹھوس حقیقت میں تبدیل نہیں ہوتے۔ خلل کرنے والے خیالات کی زد میں صرف وہی خیالات آتے ہیں جن کی کوئی تصویر یا مجسمہ نہیں بنایا جاسکتا۔ انسان ان خیالات کو کائنات سے اغذ کرتا ہے اور جس شخص کو کبھی چاہئے سمجھ سکتا ہے۔ ہر خیال اپنی بناوٹ کے لحاظ سے روشنی اور آواز کی مانند ہوتا ہے جس طرح آواز اور روشنی کی لہروں کو ٹیلی وژن اور ریڈیو کے ذریعہ سمجھا اور وصول کیا جاسکتا ہے بالکل اسی طرح خیالات کی لہروں کو کبھی سمجھا اور وصول کیا جاسکتا ہے اور اسی علم کا نام ٹیلی پتھی ہے۔

خیال کو ہم محسوس کر سکتے ہیں لیکن اس مقصد کے لئے احساس کا تیز اور قوی

ہونا انتہائی ضروری ہے ہر شخص میں یہ صلاحیت نہیں ہوتی کہ وہ خیال کی لہروں کو وصول کر سکے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے بڑی محنت اور مشق کی ضرورت ہوتی ہے۔ بہت زیادہ تحقیق کے بعد آخر کار ماہرین نے اس کو بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ انسانی دماغ کسی آلہ یا مادی واسطے کے بغیر دور دراز فاصلوں سے خیالات کی لہروں وصول کر سکتا ہے اور انہیں نشر بھی کر سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ آئندہ ظہور پزیر ہونے والے واقعات کو جان سکتا ہے لیکن ماہرین ابھی تک یہ معلوم نہیں کر سکے ہیں کہ ٹیلی پیٹھی کو کس طرح سائنسی اصولوں کے مطابق بنایا جائے تاکہ اسے باقاعدہ طور پر استعمال کیا جاسکے۔

ٹیلی پیٹھی کا عامل مسلسل مشق اور تربیت سے اپنے اندر ایک نئی صلاحیت اور قوت پیدا کر لیتا ہے۔ یعنی وہ اپنے خیالات دوسروں تک پہنچا سکتا ہے اور دوسروں کے خیالات وصول کر سکتا ہے چاہے ان کے درمیان کتنا ہی فاصلہ کیوں نہ ہو۔

روشنی کی رفتار ایک لاکھ 86 ہزار فی سیکنڈ ہے اور ماہرین کے خیال کے مطابق امواج خیال کی رفتار روشنی کی لہروں سے بھی زیادہ تیز ہے لیکن ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ اس کی رفتار کتنی تیز ہے انتقال افکار کا فن تغیر اعصاب اور تغیر خیال پر مشتمل ہے۔ اس تغیر کے لئے ایک سوئی کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ تمام خیالات کو ایک مرکز پر جمع کر دیا جائے۔ شعور پر اختیار کا مطلب بھی خیالات پر کنٹرول حاصل کرنا ہی ہے۔ خیال اور شعور دراصل ایک ہی چیز کے دو علیحدہ علیحدہ نام ہیں۔ عمل توجہ سے خیالات کے بھرم

پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

نورانی پیکر

لطیف سے لطیف مادے کی طاقتور لہریں کائنات میں ہمیشہ موجود رہتی ہیں۔ اس کو ایتر کیا جاتا ہے ایتر کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔

- 1- کیما دی ایتر..... یہ بزرگ کا ہوتا ہے۔
- 2- لائٹ ایتر..... اسے نورانی ایتر بھی کہا جاتا ہے اس کا رنگ گہرا نارنجی ہوتا ہے اور بعض اوقات سنہرے محسوس ہونے لگتا ہے۔
- 3- لائف ایتر..... یہ آسانی رنگ کا ہوتا ہے۔ یہ روحانیت کی علامت ہے اور پراسراریت بھی دکھاتا ہے۔

ایتر کو سائنسی اصطلاح میں ”فیلڈ آف فورس“ بھی کہتے ہیں۔ روحانیت کی دنیا میں نورانی پیکر جتنا نمایاں ہوتا چلا جاتا ہے روحانیت بڑھتی جاتی ہے۔ انسان کے اس عکس یا روحانی پیکر کا نام ماہرین نے ”اسٹرل پروجیکشن“ رکھا ہے ماہرین کے مطابق جب ہمارا شعور معطل ہو جاتا ہے تو یہ نورانی پیکر ہمارے جسم سے علیحدہ ہو کر عجائبات عالم کی سیر کو کل جاتا ہے چونکہ یہ پیکر اپنے جسم سے کچھ نہ کچھ تعلق ضرور رکھتا ہے اس لئے ہمارا شعور بھی اس کی آواز گردی کے کچھ مناظر دیکھ لیتا ہے جو غیب دانی کے زمرے میں آتے ہیں۔ ماہرین میں سے بعض اس نورانی پیکر کو ہمزاد بھی کہتے ہیں اور اس کی تصویر کی کوشش کرتے ہیں۔

اگر آپ نورانی پیکر کی کچھ شامیں دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کا ایک سائنسی طریقہ بھی موجود ہے اور وہ یہ کہ اپنے ایک ہاتھ کو اسٹیش فیلڈ سے نکلنے والی الیکٹروایلیٹ ربڑ کی دھار پر رکھ دیں تو اس صورت میں آپ کے جسم کے نروس ڈیپارچ یا اس سے بننے والی توانائی کا گلس بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

جو لوگ ادراک ماورائے حواس کی مشقیں کرتے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اس نورانی پیکر کی توانائی کو اپنے خاکی جسم میں جذب کریں اس کے لئے دتین قسم کی مشقیں مخصوص ہیں۔ یہ وہی چیز ہے جس کو شروع میں سرینٹ پاور بیدار کرنے کا نام دیا گیا ہے اور یہ شیخ نبی کی مشق سے بیدار کی جاسکتی ہے۔ انتقال افکار کے زمرے میں اسٹروپ پرڈیجشن بہت ضروری ہے اس نورانی پیکر کو براہ راست کنٹرول کرنا لازمی ہے کیونکہ جس وقت آپ خیالات سمجھنا شروع کر دیں گے تو اس وقت یہ نورانی پیکر درمیان میں حائل ہو جائے گا اور پھر بہت مشکل ہوگی۔

انتقال افکار کے مضمر اثرات

انتقال افکار کی مشقیں جس وقت غلط طریقے سے کی جاتی ہیں تو اس کا نتیجہ مختلف قسم کی بیماریوں کی صورت میں اکثر ظاہر ہوتا ہے مثلاً اعصابی اختلال، جسمانی امراض یا دماغی خور و غیرہ۔

اعصابی اختلال کے مریض کو جب دورے پڑتے ہیں تو وہ مختلف قسم کے وہموں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس صورت حال سے نجات پانے کا طریقہ یہ ہے

کہ اس وہم پر قطعی طور پر کوئی دھیان نہ دیا جائے۔ اگر اعصابی اختلال کا مقول علاج نہ کیا جائے تو یہ آگے بڑھ کر دماغ کو بھی متاثر کر دیتا ہے جس کی وجہ سے مریض رفتہ رفتہ دماغی اور اعصابی اختلال میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسے دوسرے لفظوں میں ضبط بھی کہا جاتا ہے۔

انتقال افکار کی مشقوں میں ناکام ہونے کی وجہ سے دماغ کچھ عرصے کے لئے انتشار کا بھی شکار ہو جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا مرض ہے جو خود بخود پیدا ہوتا ہے لیکن جس وقت آپ خود کو کسی کام میں مصروف کر لیتے ہیں تو خود بخود ہی دور بھی ہو جاتا ہے۔ اس حالت میں آپ کوئی کام سکون سے نہیں کر سکتے اور اس کام کے دوران آپ کو طرح طرح کی خیالات آئیں گے جو آپ کی توجہ کو ہٹائیں گے اور یہی توجہ کا بننا انتشار دماغ ہے۔ اسے صرف یکسوئی کی مدد سے ہی قابو کیا جاسکتا ہے۔

بعض اوقات انتقال افکار کی مشقوں پر عمل درآمد کے دوران کچھ جسمانی امراض بھی لاحق ہو جاتے ہیں جن کا علاج کچھ اتنا آسان نہیں ہوتا۔ بعض اوقات ان مشقوں کے دوران اگر شعوری مراکز پر مزید دباؤ ڈالا جائے تو جسم میں خون کی کمی واقع ہو جائے گی۔ اس میں چہرہ زرد ہو جاتا ہے۔ آنکھیں برقان زدہ معلوم ہونے لگتی ہیں۔ جسم سوکھنے لگ جاتا ہے، معدے کا فضل بگڑ جاتا ہے اور پیچھے صحیح طور پر اپنا کام نہیں کرتے۔ اس لئے اگر مشقوں کے دوران کسی ایسی قسم کا جسمانی عارضہ لاحق ہو جائے تو فوراً کسی قابل حکیم یا ڈاکٹر سے مشورہ کرنا چاہئے۔

ایک سوال

ایک سوال ہمارے ذہن میں اکثر پیدا ہوتا ہے کہ ادراک ماورائے حواس یا مستقبل بینی کی اہلیت پیدا کرنا اس دنیا اور بنی نوع انسان کے لئے فائدہ مند ہے یا نقصان دہ؟

اس کے فائدے کے لئے ہم یہ دلیل پیش کر سکتے ہیں کہ جس ہمارے ظاہری حواس کی کاوشیں بنی نوع انسان کے لئے نقصان دہ نہیں ہو سکتیں تو حواس باطنی کی کارکردگی کو ہم برا کیوں سمجھیں۔ حضرت انسان نے اپنے مادی تجربات کے ذریعے برے دور رس فوائد حاصل کئے ہیں۔ بعض جاننا و محققوں نے مختلف علوم کی تحقیقات کے سلسلہ میں خود کو قربان کر دیا۔ تسخیر کائنات کا عزم شروع ہی سے انسانی افعال میں کاربند رہا ہے۔ اس کی نظر میں جتنی وسعت ہوگی، عمل میں جتنا جوش و خروش اور کام میں جتنی زیادہ دلچسپی ہوگی اتنا ہی اس کا مقام اعلیٰ دارف ہوتا چلا جائے گا چند افراد کی ذاتی قربانیوں سے آج ہم بے پناہ فوائد حاصل کر رہے ہیں آج ہم نے اپنی مادی دنیا کی تقریباً تمام قوتوں کو سخر کر لیا ہے۔ سوچنے والی بات یہ ہے کہ کیا انسان نے خود بخود انہیں سخر کر لیا ہے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ ان کو اپنا تابع دار بنانے کے لئے اسے بڑی مشقتیں اٹھانی پڑی ہیں۔ جس طرح ظاہری حواس سے کام لے کر جو مادی ترقیاں کی گئی ہیں۔ اور ان میں انھوں جانیں قربان ہوئی ہیں بالکل اسی طرح غیر مادی ترقی کے پرخطر راستے میں بھی ہزاروں لوگوں نے اپنی زندگیاں بچھا دوئی ہیں۔

اصول جو اس کتاب میں آپ کی خدمت میں پیش کئے گئے ہیں ان کی تلاش خراش کے دوران بہت سے عاملوں کی جانیں چلی گئیں۔ کچھ پاگل ہو گئے اور کئی آدمیوں نے خود کشی کر لی لیکن ان کا چھوڑا ہوا اثاثہ رائیگاں نہیں گیا۔ وہ ہمیشہ ہماری ہمتوں کو بڑھا رہے گا کہ آگے بڑھو اور کائنات کی غیر مادی قوتوں کو تسخیر کر لو۔ یہ مانا کہ یہ قوتیں مہیب معلوم ہوتی ہیں لیکن انسانی عزائم سے زیادہ مہیب نہیں ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اچھائی اور برائی کا پہلو ہر شے میں موجود ہوتا ہے مادیت یا رویت دونوں میں روشن اور تاریک پہلو پائے جاتے ہیں۔ آپ اپنی جذباتی توانائیوں کو برے کاموں پر صرف نہ کریں بلکہ ان سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں یہ قدرتی نظام ہے کہ جس چیز سے آپ فائدہ اٹھانا چاہیں گے وہ آپ کو ضرور فائدہ پہنچائے گی لیکن اگر آپ اس سے کوئی تحریک کام لیا چاہیں گے تو وہ تحریک کام بھی کرے گا۔ اس مقصد کے لئے اشیء طاقت کی مثال دی جاسکتی ہے کہ چاہے تو اس سے کھیتوں میں اناج اگایا جاسکتا ہے اور چاہے تو اس سے خطرناک اور تباہ کن بم بنائیں۔

ثیلی پیتھی سیکھئے سے پہلے

ثیلی پیتھی کو کلیم روحانی یا ترسیل خیالات کا نام دیا گیا ہے۔ یہ انسان کی روحانی قوت کی وہ منزل ہے جہاں پہنچ کر فاصلے ختم ہو جاتے ہیں اور لاحقہ دور فاصلے پر بیٹھے ہوئے افراد کے ذہن سے رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔ ممکنہ طور پر جاسکتی

ہے، حالات کو دیکھا اور پرکھا جاسکتا ہے، محسوس کیا جاسکتا ہے اور ہدایات دی جاسکتی ہیں، حتیٰ کہ اس کے عمل کی رہنمائی بھی کی جاسکتی ہے روحانی رابطہ کی اس منزل تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ۔

1- آپ کو مکمل ذہنی یکسوئی پیدا کرنے پر ملکہ حاصل ہو۔

2- آپ کا ذہن اس قابل ہو کہ وہ گرد و پیش سے بے نیاز ہو کر اپنے عمل پر توجہ دے سکتا ہو۔

3- آپ کا ذہن صرف اور صرف اپنے کام پر توجہ دینے پر قادر ہو۔ ذہنی یکسوئی کی اس منزل کو حاصل کرنے کے لئے ایک طریقہ کار درج کیا جا رہا ہے۔ اس پر عمل کیجئے لیکن اس بات کو یاد رکھیے کہ ایک ہفتے یا ایک ماہ کی مشق سے بلندی کا یہ درجہ حاصل نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کے حصول کے لئے ایک لمبا عرصہ درکار ہے۔

ذہن کی یکسوئی اور توجہ Concentration اپنی جگہ بہت اہمیت رکھتی ہے۔ ادراک مادارے خواص کی تمام تر بنیادی یکسوئی اور توجہ پر قائم ہے۔ جو شخص اپنے اندر اعلیٰ درجہ کی قوت توجہ پیدا کر لیتا ہے وہ اس مقصد میں کامیابی حاصل کر لیتا ہے۔ محویت، استغراق، ذہنی یکسوئی یا توجہ ایک ہی چیز کے مختلف نام ہیں۔ جب تک کسی شخص کو اس چیز میں مکمل دسترس حاصل نہ ہو وہ کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دے سکتا۔ جب تک کسی شخص کی دماغی قوتیں منتشر ہوتی ہی وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ کوئی شخص بھی ایک وقت میں دو یا تین مختلف کام سرانجام نہیں دے سکتا۔ اگر کبھی کوئی ایسا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو سب کام بگڑ جاتے ہیں۔

دنیا میں ناکام وہی لوگ رہتے ہیں جو اپنے اندر ذہنی یکسوئی اور توجہ پیدا نہیں کر سکتے۔ ذہنی انتشار کی بنا پر وہ نہ کچھ سوچ سکتے ہیں اور نہ یکسوئی کے ساتھ کوئی کام کر سکتے ہیں۔

انسانی شعور کبھی اپنے فرائض سے غافل نہیں ہوتا۔ وہ جس کام میں مصروف ہے پوری توجہ کے ساتھ اس میں غرق رہتا ہے۔ آپ جس مقصد کی تکمیل کا ارادہ رکھتے ہوں اس کے لئے آپ پوری طرح خود کو اس میں غرق کر دیں۔ اگر کوئی شخص واقعی ٹیلی پتھی کی مشقیں کر کے اس فن میں کامل ہونے کا حتمی فیصلہ اور پختہ ارادہ کر چکا ہے تو پھر اس کو سب سے پہلے کامل توجہ اور ذہنی یکسوئی حاصل کرنے کے لئے چند مشقیں کرنی پڑیں گی۔ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ جب تک دماغ میں انتشار موجود ہوتا ہے آپ اپنا کوئی بھی کام تسلی بخش طریقہ پر نہیں کر سکتے۔

ایسی حالت میں اعصاب میں بھی ابتری پیدا ہو جاتی ہے۔ ذہنی یکسوئی اور توجہ میں مرکزیت پیدا کرنے کے لئے شیخ نبی بہترین مشق ہے۔ اس سے نہ صرف عضلات ساکن و صامت رہتے ہیں بلکہ اعصابی نظام میں بھی اعتدال پیدا ہوتا ہے اور اہم بات یہ کہ احساسات لطیف ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ کم خود اعتمادی کے مالک ہیں ان کے لئے بھی شیخ نبی کی مشق نہایت مفید ہے۔ اس سے خیالات ادھر ادھر بھٹکتے بند ہو جاتے ہیں اور ان میں مرکزیت پیدا ہو جاتی ہے اس سے دماغی قوتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور انسان اپنے اندر ایک عجیب قسم کی تہذیبی محسوس کرنے لگتا ہے۔

شمع بنی کی مشق

ایک موم بتی روشن کر لیں اور اس سے تقریباً دو یا ڈھائی فٹ کے فاصلے پر آلتی پالتی مار کر یا دوڑا نو ہو کر بیٹھ جائیں۔ اب شمع کی لو کو وٹنی یکسوئی کے ساتھ پلکیں جھپکائے بغیر مسلسل دیکھنا شروع کریں کچھ دیر بعد ایسا محسوس ہوگا جیسے رنگارنگ کرنیں پھوٹ رہی ہیں شمع کی لو کو فڑی لرز رہی ہے اور اس کا ہالا پھیلتا جا رہا ہے اور آپ کے دماغ میں خیالات کا جھوم کم ہوتا جا رہا ہے۔ اس کے بعد آپ کو شریانوں میں شعاعوں کی تیز ٹپک محسوس ہوگی۔ سر میں کچھ گرانی سی پیدا ہوتی محسوس ہوگی اور آخر کار شمع کی لو میں کسی کی شبیہ نظر آئے گی۔

اس حالت میں کسی خوب صورت عورت کی شبیہ بھی دکھائی دے سکتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی انتہائی ڈراؤنی شکل دیکھیں۔ بہر حال کوئی بھی صورت دکھائی دے آپ اس کو دیکھتے رہیں اور ہمت نہ ہاریں چند ہفتوں کی مسلسل مشق کے بعد آپ محسوس کریں گے کہ وٹنی یکسوئی پیدا ہو چکی ہے اور اب آپ کی توجہ میں ایک قوت پائی جاتی ہے توجہ میں قوت پیدا ہو جانے کے بعد آپ طرح طرح کے حیرت انگیز کارنامے انجام دے سکتے ہیں واضح رہے کہ پناٹوم قوت توجہ ہی کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے لیکن قوت توجہ صرف پناٹوم ہی کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق ادراک ماورائے حواس سے بھی بہت گہرا ہے۔

وٹنی یکسوئی حاصل کرنے کے دوسرے طریقے

جون گاڈون Jhon Godwin کی کتاب سپر سائیکس Supre Psychics میں غیر معمولی حسی ادراک کے مختلف تجربات کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں یوگا کی مشقیں بھی شامل ہیں لیکن ارتکا کے یہ تمام طریقے مشکل ہیں اور کافی مدت کے بعد اس میں کامیابی حاصل ہوتی ہے اکثر لوگ مشق کی دشواری یا وقت کی طوالت کی وجہ سے تھک جاتے ہیں اور ارادہ ترک کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے وٹنی یکسوئی حاصل کرنے کے لئے چند ایک طریقے درج ذیل ہیں۔

سب سے پہلے گہرے گہرے سانس لینے کی عادت ڈال لیں۔ اس عادت کے ڈالنے سے انسانی جسم میں آکسیجن مطلوبہ مقدار میں داخل ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے توانائیاں بڑھ جاتی ہیں۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے کسی خاص محنت کی ضرورت نہیں ہے۔

دوسرے نمبر پر یہ کہ جب آپ کوئی محنت طلب کام کر رہے ہوں یا کام کے دوران جھک کر محسوس کر رہے ہوں تو فرش پر بالکل چت لیٹ جائیں اور تقریباً دس سیکنڈ تک سانس بالکل روک رکھیں۔ پھر دس سیکنڈ تک خارج کریں۔ پھر دس سیکنڈ تک گہری سانس لیں اور اس کو دس سیکنڈ میں خارج کریں۔ یہ عمل دس بار دہرائیں۔ اس عمل سے جسم میں غیر معمولی توانائی دوڑتی ہوئی محسوس ہوگی جو کئی گھنٹوں تک برقرار رہے گی۔

دوسرا طریقہ مراقبہ کا ہے جو نئے سکینے والوں کے لئے بہت کارآمد ہے۔ اس مشق کا بنیادی مقصد پائنل گنڈز Pineal Glands کے عمل کو تیز کرنا ہے۔ اس کے متعلق اکثر کہا جاتا ہے کہ دماغ کے اندر مین پیٹانی کے درمیان موجود ہے۔ اس غدد کو روحانی اصطلاح میں تیسری آنکھ بھی کہا جاتا ہے اس مقصد کے لئے ایک خالی میرے گرد پیٹھ جائیں اور موم بتی جلا کر اپنے سے 130 انچ دور اس طرح رکھیں کہ اس کا شعلہ Pineal Glands کے عین درمیان میں رہے۔ اس کے لئے بہتر ہے کہ موم بتی اودے رنگ کی ہو موم بتی کو چند لمبے جلا رہنے دیں تاکہ اس کا شعلہ متوازی ہو جائے۔ اس کے بعد اپنی پلکوں کو کئی بار جھپکائیں اور اس کے بعد بغیر پلکیں جھپکائے شمع کی لو کو گھورا شروع کر دیں۔ اس کے شعلے کو اس طرح دیکھیں کہ جیسے آپ اس کا مطالعہ کر رہے ہوں۔ شعلے میں آپ کو مختلف رنگ نظر آئیں گے آپ توجہ کے ساتھ گھورتے رہیں اور یہ محسوس کرنے کی کوشش کریں کہ یہ روشنی آپ کی پیٹانی کے اندر چل رہی ہے شروع میں کوشش کی جائے تو تیس سینکڑوں سے 60 سینکڑوں تک بلا پلک جھپکائے شعلے کو گھورا جاسکتا ہے بہر حال جتنی دیر ممکن ہواں کو گھورتے رہیں اور پھر آہستہ آہستہ آنکھیں بند کر لیں۔ بعد میں نظروں کو اوپر نیچے گھمائیں لیکن تمام توجہ پیٹانی کے مرکز پر مرکوز رکھیں اگر کوئی شخص اس مشق کو صحیح طور پر مکمل کر لیتا ہے تو اس کو اچانک یہ محسوس ہوگا کہ شمع کی لو آپ کے دماغ میں روشن ہے اور یہی مشق کی کامیابی کی علامت ہے۔ اس مشق کے بعد اپنے جسم کو بالکل ڈھیلا چھوڑ دیں۔ آپ بہت آسودگی محسوس کرنے لگیں گے عین ممکن ہے اس

لمحے آپ کے ذہن میں ایک اشراقی عکس ابھرے یا یہ بھی ممکن ہے کہ کئی خاکے نظر آئیں۔ ان کو واضح کرنے کی کوشش کریں اور جن کو آپ پہچان سکیں ان پر پوری توجہ مرکوز کریں یہ ممکن ہے کہ اس وقت آپ ٹیلی پتھی کی قوت کے زیر اثر کسی سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ یہ ٹیلی پتھی کے ذریعے رابطہ قائم کرنے کی پہلی کامیاب کوشش ہوگی۔

انسان کی چھٹی حس بھی جتنی یکسوئی حاصل کرنے میں بڑی حد تک مدد و معاون ثابت ہو سکتی ہے ڈیوڈ ہوائے لکھتا ہے کہ چھٹی حس کی قوت کو زندگی میں رہنمائی کے لئے استعمال کرنا چاہئے لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ صرف اس کے بھروسہ پر زندگی بسر نہیں کرنی چاہئے یہ صرف انسان کی صلاحیتوں اور کوششوں کو اجاگر کرنے کے کام آ سکتی ہے اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ کوئی شخص صبح 6 بجے بیدار ہونا چاہتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ کامل یقین کرے کہ گھڑی اس کے دماغ میں موجود ہے۔ اس کے بعد وہ بستر پر دراز ہو جائے۔ جب نیند کا غلبہ ہونے لگے تو ذہن میں بار بار دہرائے کہ میں صبح چھ بجے بیدار ہونا چاہتا ہوں۔ اور اسی جملے کو دہراتا ہوا اس یقین کے ساتھ سو جائے کہ وہ صبح چھ بجے بیدار ہو جائے گا امید واثق ہے کہ آپ کی آنکھ چھ بجے ضرور کھل جائے گی۔ تقریباً ایک ہفتے کی مشق کے بعد کوئی شخص اس کو مکمل طور پر اپنا سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بتادینا ضروری ہے کہ کسی قسم کا نشہ یا نیند کی گولی کھانے کے بعد اس طریقہ میں کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔ اس طریقہ کار پر عبور حاصل کرنے کے بعد اس میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ مثال کے

طور پر ان الفاظ کو دہرایا جاسکتا ہے کہ میں گہری نیند سوؤں گا اور بالکل تروتازہ بیدار ہوں گا وغیرہ۔

ذہن کو ایک ہی جگہ مرکوز کرنے کے لئے یہ طریقہ بھی اپنایا جاسکتا ہے کہ آپ دن میں جن لوگوں کو ملتے ہیں ان کے چہرے بہت غور سے دیکھیں ان کی نمایاں خصوصیات کو ذہن میں رکھیں۔ اس کے بعد جب آپ آرام سے لیٹے ہوئے ہوں تو ان لوگوں کے نام اور چہرے یاد کرنے کی کوشش کریں جن سے آپ کی تمام دن میں ملاقات ہوئی ہو۔ ہر ایک کا نام دہرانے کے بعد اس کے چہرے کا تصور کریں یہاں تک کہ چہرہ واضح ہو جائے۔ اس مشق کے کرنے سے آپ کی یادداشت بہت بہتر ہو جائے گی اور آپ ایک مدت گزرنے کے باوجود بھی اس شخص کا نام اور چہرہ یاد رکھ سکیں گے۔ یہ چیز ٹیلی پیتھی میں بہت مدد دیتی ہے۔

ٹیلی پیتھی کی مشقوں سے پیدا ہونیوالی بیماریاں اور علاج

ادراک ماورائے حواس کی تربیت کی مشقوں کے دوران اگر کسی قسم کی بداحتیاطی کی جائے تو اس کی وجہ سے بعض اوقات کئی قسم کے جسمانی اور ذہنی امراض لاحق ہو جاتے ہیں ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

1۔ جنون، دیوانگی، دماغی غلط اور خبط وغیرہ ایک ہی چیز کے مختلف نام ہیں۔ کسی بھی شخص کو ایک ہی طرح کا مرض ہو سکتا ہے مثال کے طور پر ایک آدمی ہر وقت غم زدہ رہتا ہے غم زدگی کے اس خبط کو انگریزی میں مینکولیا Melancolia کہتے ہیں عربی زبان میں اسی لفظ کو لایچو لیا کہا جاتا ہے۔ اس

مرض میں جملہ شخص اپنے آپ کو ہر وقت ممکن تصور کرتا ہے اور ہمیشہ رنجیدہ سا ہو کر بیٹھا رہتا ہے۔ کسی بھی معمولی خبط کو انگریزی میں مینیا Menia کہتے ہیں اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ کوئی شخص اس بات کا تصور کر لے کہ اس کی بات کوئی نہیں مانتا اور اس کی کسی کو ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں ہے۔ اس کے بعد ہائپو مینیا Hypo Menia کا نمبر آتا ہے اس میں شخص ہر کام بڑی توجہ اور دلچسپی سے شروع کرتا ہے اور ہر وقت اسی کام میں مصروف رہنے کی کوشش کرتا ہے اور اس مخصوص کام کے علاوہ اس کو باقی دنیا سے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا۔ اس بیماری کی شدت میں ایسے شخص پر غم زدگی کے دورے بھی اکثر پڑنے شروع ہو جاتے ہیں اس قسم کی تمام بیماریوں کا بہترین اور شافی علاج تحلیل نفسی کے ذریعے کیا جاسکتا ہے اور اس کی سب سے آسان ترکیب یہ ہے کہ ذہن کو تمام خیالات سے پاک رکھا جائے۔ اس لئے ضروری ہے کہ جب آپ پیش قیاسی کی عملی مشقیں شروع کریں تو صرف انہی مشقوں کے نہ ہو کر رہ جائیں بلکہ بقیہ دنیاوی کاموں میں بھی عملی طور پر حصہ لیں۔ اور کوشش کر کے اپنے دماغ کو تروتازہ رکھیں چند روز کی کوشش سے آپ اپنے دماغ کو ہر طرح کی فکر اور ذہنی قسم کے خیالات سے آزاد رکھنے میں کامیاب ہو جائیں گے جو آگے چل کر ضبط کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

2۔ پیش قیاسی کی بعض مشقوں کے دوران سر درد ہونے لگتا ہے پیشانی کی رگیں دکھنی شروع کر دیتی ہیں اور سر کافی بیماریاں محسوس ہونے لگتا ہے سر درد دورہ کافی دیر تک بھی رہ سکتا ہے اور بعض اوقات اس مرض کا حملہ صرف چند لمحوں

کے لئے ہوتا ہے اس سے نجات کے لئے ضروری ہے کہ اس کی ظاہری وجوہات کا بغور مطالعہ کیا جائے مثال کے طور پر یہ بات سوچنی جائے کہ آیا یہ سردرد نیند کم لینے کی وجہ سے تو نہیں ہوا۔ یا اس کا محرک معدے کی کسی قسم کی خرابی تو نہیں ہے یا پھر اس کا محرک کوئی ایسی بات بھی ہو سکتی ہے جس پر بحالت مجبوری غور و خوض کیا جائے۔ اکثر اوقات فارغ بیٹھ کر پور ہونے سے بھی سردرد شروع ہو جاتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ جیسے ہی سردرد شروع ہو اس پر فوراً توجہ دی جائے۔ سردرد سے نجات حاصل کرنے کے لئے کسی بھی دلچسپ کتاب کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے تاکہ آپ کا ذہن دلچسپ معاملات میں بٹ جائے اور نیند کھل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

3۔ اور اک ماورائے حواس کی مشق کرتے وقت اگر لاشعور کی طاقت بہت زیادہ بڑھ جائے تو بعض اوقات بخار چڑھ جاتا ہے۔ یہ بخار ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ ہینز وغیرہ کا ٹیکہ لگوانے سے چڑھ جاتا ہے اور پھر ایک مخصوص مدت کے بعد خود بخود اتر جاتا ہے۔ اس بخار میں انسان کی ہڈیاں دکنے لگ جاتی ہیں اور آنکھیں جلتی ہوئی سی محسوس ہونے لگتی ہیں اگر مشق کے دوران کسی شخص پر اس بخار کا حملہ ہو جائے تو اسے گھبراتا نہیں چاہئے اور اپنے ذہن میں یا کسی قسم کے فکر کو جگہ نہیں دینی چاہئے کیونکہ یہ ایک وقتی چیز ہوتی ہے۔ اس قسم کے بخار کا علاج کسی بھی مستند ڈاکٹر سے کروایا جاسکتا ہے اگر کسی قسم کی دوا استعمال نہ بھی کی جائے تو بخار اگلے روز خود بخود اتر جاتا ہے۔

4۔ اور اک ماورائے حواس کی مشقوں کے دوران بعض اوقات یہ بھی

ہو سکتا ہے کہ اگر رات کو سونے کے لئے لیٹے ہیں تو آپ کو ایسا محسوس ہوگا کہ کوئی آپ کے سینے پر چڑھا بیٹھا ہے اور اپنی پوری قوت سے آپ کا گلا گھونٹنے کی کوشش کر رہا ہے یہ ایک انتہائی تکلیف دہ اور پریشان کن مرض ہے مریض اپنے آپ کو اس غیر مرئی طاقت کی گرفت سے چھڑانے کی کھل کوشش کرتا ہے لیکن اس کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا بال بال جکڑا ہوا ہے مریض ایسی حالت میں پوری آواز سے چیخا چاہتا ہے لیکن ایسی حالت میں اس کی آواز حلق کے اندر ہی گھٹ کر رہ جاتی ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی محسوس ہوتا ہے کہ آپ چیخ تو رہے ہیں لیکن آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔ اس مرض کا زور خود بخود ہی کچھ دیر کے بعد ٹوٹنا شروع ہو جاتا ہے اور مریض کچھ دیر کے بعد اپنے آپ کو اس غیر مرئی طاقت آزاد محسوس کرنے لگتا ہے۔ اس مرض کو کایوس کہا جاتا ہے اس مرض سے بچنے کی آسان اور سادہ ترکیب یہ ہے کہ آپ اپنا بستر تھامت آرام دہ رکھیں اور رات کو سوتے وقت مندرجہ ذیل دو میں سے ایک کام ضرور کریں۔

1۔ رات کو سوتے وقت اپنے ذہن کو ہر طرح کے خیالات سے بالکل پاک صاف کر لیا۔ کسی بات کو سوچنے کی کوشش نہ کریں۔ اور بالکل خالی الذہن ہو کر سو جائیں۔

ب۔ دوسری صورت میں یہ کیا جاسکتا ہے کہ رات کو سونے سے پہلے کسی کتاب کا مطالعہ شروع کر دیا جائے اور کتاب پڑھتے پڑھتے وہ شخص سو جائے۔

اس موذی مرض سے بچنے کے لئے یہ دونوں ترکیبیں بڑی کامیاب ثابت ہوئی ہیں۔ اس چیز کا خاص خیال رکھیں کہ جذباتیت سے پرہیز کریں اور ہر بات

پرخشٹے دل سے غور کریں اور کبھی بھی اپنی فطری خواہشات کا گلا گھونٹنے کی کوشش نہ کریں۔

5۔ شمع بنی سے آنکھوں میں درد سامعوس ہونے لگتا ہے اس سے بچنے کا آسان اور سہل طریقہ یہ ہے کہ آنکھوں پر خشٹے پانی کے چھینٹے مار لئے جائیں اس طرح کرنے سے نہ صرف آنکھوں کو خشٹک پہنچتی ہے بلکہ دماغ بھی بڑی حد تک سکون محسوس کرنے لگتا ہے۔

6۔ ایسی حالت میں کہ جس وقت جذباتی دباؤ بہت زیادہ ہو پیش بینی کی غلط سلط مشقیں شروع کر دی جائیں تو ایسے شخص کے جبلی جذبات مرگی کے دورے کی صورت میں ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ بعض اوقات جنسی، الجھن، بے اعتدال یا ناکام خواہشات کا نمونہ بھی مرگی کے دورے کی صورت میں لگتا ہے اس مرض کا علاج عمل تویم (پتاخوم) کے ذریعہ کامیابی سے کیا جاسکتا ہے۔ اس مرض سے بچنے کا آسان اور سہل طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے جذبات پر مکمل قابو رکھے اور خصوصاً جنسی بے راہروی اور بے اعتدالی سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کریں۔

7۔ بعض اوقات ادراک ماورائے حواس کی مشقوں کے دوران ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی شخص کی آواز بالکل بند ہو جاتی ہے اور انسان کوشش کرنے کے باوجود بھی بولنے میں کامیاب نہیں ہوتا۔ اس مرض کو ایپونیا کہا جاتا ہے۔ اس مرض کا حملہ صرف خوف اور دہشت کی زیادتی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ پیش بینی کی مشق کے دوران خوف دہشت کی وجہ سے شکم بند ہو جاتی ہے۔ سانس اس مرض کا علاج تلاش کرنے میں ابھی تک کامیاب نہیں ہو سکی ہے ہاں البتہ روحیت میں

اس کا علاج ہو سکتا ہے۔ واضح رہے کہ اعصابی یک سوئی اس مرض کو دور کر دیتی ہے۔ آپ پر لازم ہے کہ ادراک ماورائے حواس کی مشقوں کے دوران اپنے ہوش و حواس کو مکمل طور پر کنٹرول میں رکھیں اور کسی چیز سے خوف زدہ نہ ہوں۔

احساس کمتری

انسان کی بنیادی کم زوری احساس کمتری ہے۔ یہ احساس اس کی ہر ترقی کی راہ میں حائل رہتا ہے اور ہمیشہ ہم دوسوں، ناقابل یقین اتواہم اور غلط قیاسات کو جنم دیتا ہے۔ صحت مند دماغ ہر طرح کی ترقی کے لئے ضروری ہے اس کے ذریعہ ہم احساس کمتری کے دیو کو آسانی کے ساتھ پچھاڑ کر ہمیشہ کے لئے اپنا غلام بنا سکتے ہیں۔

یہ احساس کمتری ہماری شخصیت کے لئے زہرِ مائع کا درجہ رکھتا ہے جب تک اس کی مکمل طور پر صفائی نہ کی جائے گی اور اس زہرِ مائع پودے کو جڑ سے اکھاڑ کر دور نہ پھینکا جائے گا ہماری شخصیت کے گہکائے رنگارنگ کبھی مکمل نہیں سکتے۔

ذاتی امراض میں جملہ نوے فیصد افراد احساس کمتری کا شکار ہوتے ہیں، جس کا علاج دواؤں کے ذریعہ ناممکن ہے۔ اس کا مریض اپنی اس کم زوری سے چھٹکارا پانے کے لئے برتری کا جھوٹا دعویٰ کرنے لگتا ہے۔ حقیقی خوری خود ستائی، خود نمائی، نازک مزاجی، انفرادیت، سب برتری کے جھوٹے احساسات ہیں جو مکمل و معلول کے ابدی قانون کے تحت پیدا ہوتے ہیں اور اس سے دماغ میں مزید

گر ہیں پڑنے لگتی ہیں احساس برتری، خود نمائی یا انفرادیت خود بری چیز نہیں ہیں، لیکن ان کا غلط استعمال برا ہوتا ہے اگر حقیقت پسندی کی حدود سے تجاوز نہ کیا جائے تو ہم ان کے ذریعہ اپنی شخصیت کی بہت کچھا صلاح کر سکتے ہیں۔

ذرا آپ اپنے ملک کی عورتوں کو دیکھئے۔ اپوا کی آپائیں ہمیشہ برابری اور مساوات وغیرہ کے نعرے لگاتی رہتی ہیں، آخر یہ سب کیا ہے؟ عورت روز بروز چراغ خانہ بننے کی بجائے شمع محفل کیوں بنتی جارہی ہے یہ ٹیڈیٹ یا ٹیڈی ازم کی بنیاد کیا ہے؟ ہم سب کے تحت اشعر میں احساس کمتری کا مہیب دیو چھپا ہوا بیٹھا ہے۔ چونکہ موجودہ نسل کے نوجوان علمی، تحقیقی اور فکری مشاغل سے جی چراتے ہیں اور شاید وہ اس کی صلاحیت بھی نہیں رکھتے، اس لئے وہ اپنے کونیاں کرنے اور دکھانے کے لئے اس قسم کا فیشن اور ڈھب اختیار کر لیتے ہیں۔ احساس کمتری کا دوسرا رخ نفرت، تحریب، انتہا پسندی اور تشدد بھی ہے۔ غنڈے، لپے اور بدعاش جو آئے دن سماج دشمن حرکات کرتے ہیں، وہ اپنی احساسات کمتری کے آکسان کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔

یہاں خاص طور پر احساس کمتری کا تذکرہ اس لئے کر رہے ہیں تاکہ آپ اپنے اصل مقصد کو مد نظر رکھتے ہوئے اس قسم کے غمخیز میں جتنا نہ ہوں اور انتقال انگار کی باقاعدہ مشقوں کے وقت آپ کا ذہن بالکل صاف ہو۔ اس وقت احساس کمتری کے بجائے آپ کے اندر یقین و اعتماد موجود ہونا چاہئے۔

☆☆☆

آسیب، جنات اور کالے جادو کے اثرات سے بچاؤ کے لئے

عملیات روحانی امراض

ہماری پریشانی میں جتنا لوگوں کی زندگی اجیرن ہوگئی ہے۔ چاہے وہ پریشانی آسیب، جنات، کالے جادو یا پھر کسی بھی باطنی اثرات سے کیوں نہ ہو۔ لوگ خود غرضی میں اسنے آگے نکلے جا رہے ہیں کہ وہ چھپ کر وار کرنے میں بھی کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے۔ لوگوں کی ہستی ہستی اور خوشحال زندگی کو اپنی خواہش، انا اور مفاد پرستی کی بھینٹ چڑھا دینے میں بالکل بھی خوف خدا محسوس نہیں کرتے۔ انہی مسائل کو محسوس کرتے ہوئے اس کتاب میں ایسے عملیات اکٹھے کئے گئے ہیں تاکہ ہر پریشان حال آدمی اپنی کوشش سے گھر بیٹھے روحانی امراض سے نجات پائے۔ مثلاً انقباض امراض، مریض کا حال معلوم کرنا، جادو کو توڑ کا مجرب عمل، بند کادو پار کھولنا، جنس بھوت اور چنیل سے نجات کا عمل، سخت سلی کے اثرات ختم کرنا، دفع شیاطین، دفع آسیب، برے خیالات اور نظریے سے بچاؤ کے عملیات۔

اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کو حق دیا ہے کہ وہ اپنی پریشانیوں کے سدباب کے لئے کوشش کرے اور کوشش کرنے والوں پر ہی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت نازل فرماتا ہے۔

مؤلف: ڈاکٹر شمسٹ چاہہ ===== قیمت: 50 روپے

شمع بک ایجنسی
نویڈاسکوائر گراپی
اردو بازار

Ph: 32773302

روزگار میں ترقی، آمدنی میں دن دو گنی رات چو گنی
اضافے کے لئے آزمودہ اور پرتا شیر عملیات

عملیات روزگار

حلال روزگار کے واسطے پریشان لوگوں کے لئے خوشخبری، اپنی ضرورتوں کے مطابق اس کتاب کے نادر و نایاب اور مخفی عملیات سے ہر شخص گھر بیٹھے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ ہر کسی کو اللہ تعالیٰ اس کی محنت، لگن اور جت جو کچھ پھل ضرور دیتا ہے۔ لہذا ہر شخص لوگ اپنی محنت اور توکل اللہ پر کار بند رہے ہوئے اپنی زندگی کو خوش و خرم اور کامیاب بنا لیتے ہیں۔ اس کتاب میں کامیابی کے بے شمار عملیات موجود ہیں۔ مثلاً ترقی کا مجرب عمل، تجارت میں نفع کا عمل، عزت و توقیر کا پرتا شیر عمل، دکان میں گاہک زیادہ آئیں اور مال زیادہ فروخت ہونے کا تیر بہدف عمل عہدہ میں ترقی اور لوگوں کی نظر میں بلند مرتبے کے لئے مخفی عمل۔

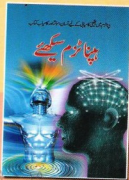
غرض کہ یہ کتاب بڑی محنت و مشقت سے تیار کی گئی ہے تاکہ ہر ضرورت مند اس جان لیوا مہنگائی کے دور میں روزگار اور آمدنی میں اضافے کے لئے قرآنی عمل سے فائدہ اٹھائے۔

مؤلف: ڈاکٹر حشمت جاہ ===== قیمت: 50/- روپے

شعبہ ایجنسی نویداس سکوالر گریپی
اردو بازار

Ph: 32773302

ہیپناٹزم سکھتے؟



پتہ: 251-4

مؤلف: ڈاکٹر احسن

ہیپناٹزم ایک ایسے علم کا نام ہے جس کی رو سے مادہ کے اوپر روح کا تسلط ہو جاتا ہے۔ مادیت پر روح کے غالب آنے کو ہیپناٹزم کہتے ہیں۔ روحانیت کے اقدار کے باعث کسی شخص کی مادیت پر غالب ہونا آسان ہو جاتا ہے۔ آج تک ہیپناٹزم ایک راز بنا رہا۔ اگر منطق کی نگاہ سے دیکھا جائے تو ہیپناٹزم میں کوئی مادہ کارڈر نہیں ہے۔ اس میں کوئی وحیدگی یا کوئی انجمن نہیں ہے۔ بلکہ ہیپناٹزم نام ہے اس جتنی خیال کا جس میں روح کسی بھی مادہ پر غالب آسکتا ہے اور وہ طاقت جس کی وجہ سے معمول کی عسائی اور رافقی تہذیب عامل کے زیرِ رحم کام کرنے لگ جاتی ہے۔ صرف ”علم خیال“ سے ممکن ہے۔

Ph: 32773302
شیخ بکال چنسی فیوآر دو بانڈا کر لپی